کتاب لاجواب از تصانیف

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی

یعنی

ابلاغ المبین

فی

احکام رب العالمین واتباع

خاتم النبیین

کا

اردو ترجمہ

بار چہارم | ۱۹۵۱ | یک ہزار

قیمت ۱۳ مجلد

Marfat.com

ملنے کا پتہ

(۱) مکتبہ تبلیغ - آدم کے ناگرہ - براستہ جامکی ضلع سیالکوٹ

(۲) مکتبہ ارباب اردو موہن پورہ راوی روڈ - لاہور

(۳) الھــــلال بک ایجنسی - فاروق گنج - لاہور

۲۹۶۵۹
۸۶ و ب
۴۱۸۴
DATA ENTERED

لاہور آرٹ پریس انارکلی لاہور

Marfat.com

DATA ENTERED

فہرستِ مضامین

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱	تمہید از مترجم	۱
۲	خطبۂ مسنونہ - تمہید	۳
۳	باب اوّل - فتنۂ شرک و بُت پرستی	۵
	فصل (۱) قبر پرستوں کی عادتیں	•
۴	فصل (۲) تفسیر آیت مَن یُشرک باللہ	۶
۵	(۱) اللہ کے ساتھ شریک ٹھیرانا	"
۶	(۲) آسمان سے گرنا	۷
۷	(۳) پرندوں کا اُچک لے جانا	"
۸	(۴) ہوا کا اٹھا کر دور پھینک دینا	"
۹	حقیقتِ ظلم	۸
۱۰	فصل (۳) بُت پرستی کی ابتدا	۹
۱۱	صحت کا معیار	۱۲
۱۲	اندھی محبت کا فتنہ	۱۳
۱۳	اللہ کے سوا غیر کو رب بنانا	"
۱۴	بنی اسرائیل پر خدا کی لعنت کیوں ہوئی؟	۱۴
۱۵	آثارِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	۱۷
۱۶	حضرت عمرؓ کا پہلا واقعہ	"
۱۷	" " دوسرا واقعہ	۱۸
۱۸	" " تیسرا واقعہ	"
۱۹	قدم شریف اور پنجہ شریف بے اصل ہیں	"
۲۰	نصب کی تشریح	۱۹
۲۱	حضور صلعم نے مسجد ضرار کو گرا دیا	۲۰
۲۲	قبر سے چراغ اور قندیل کا اُٹھا دینا	۲۱
۲۳	نذرِ معصیت کیا ہے؟	"
۲۴	حجر اسود کے متعلق حضرت عمرؓ کا قول	۲۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۲۵	عصائے موسیٰ علیہ السلام	۲۵
۲۶	بدعتیوں کا طریق اشاعت	〃
۲۷	تنبیہ	۲۶
۲۸	مقام ابراہیم علیہ السلام کو بوسہ دینا جائز نہیں	۲۷
۲۹	شیطانی پروپیگنڈا	۲۹
۳۰	جھوٹی حدیثیں	۳۰
۳۱	ایک بڑی غلط فہمی	۳۱
۳۲	بلند قبر کو سطح زمین کے برابر کرنے کا حکم	۳۲
۳۳	شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رح کا اس حدیث کے متعلق خیال	۳۳
۳۴	اسلام اور قبر پرستی	۳۵
۳۵	قبر پرستوں کا غلو	۳۶
۳۶	قبر پرستوں کو چیلنج	۳۸
۳۷	حضرت عمرؓ کا قبر کے پاس نماز پڑھنے سے روکنا	۳۹
۳۸	حدیث لا تجعلوا قبری عیداً	۴۰
۳۹	معجزات وکرامات کا فلسفہ	۴۱
۴۰	مشرک جماعتیں	۴۲
۴۱	پیر پرستی کی تردید	۴۳
۴۲	دعا ہی عبادت ہے	۴۴
۴۳	انبیا یا اولیا سے مدد چاہنا ان کی عبادت کے برابر ہے	۴۵
۴۴	مشرک کے لئے شفاعت نہیں	۴۶
۴۵	زیارت قبور سے مقصود کیا ہونا چاہئے	〃
۴۶	زیارت قبور کا مسنون طریقہ	۴۷
۴۷	پہلی حدیث	۴۸
۴۸	دوسری حدیث	〃
۴۹	تیسری حدیث	〃
۵۰	احادیث ثلاثہ کا خلاصہ	۴۹
۵۱	فتنہ سے بچنے کا طریقہ	۵۰
۵۲	اختلاف فتنہ ہے جس نے قوموں کو ہلاک کر دیا	〃

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۵۳	حدیث اہل بیت	۵۱
۵۴	مقبولیت بارگاہِ الٰہی کی علامت	۵۲
۵۵	عقائد میں آنحضرت صلعم اور صحابہ کرام کے ساتھ مطابقت ضروری ہے۔	۵۴
۵۶	معیارِ صحت	″
۵۷	**باب دوم** اُسوۂ انبیاء کرام علیہم السلام	۵۷
۵۸	اُسوۂ ابراہیمی علیہ السلام	″
۵۹	اُسوۂ حضرت اسحٰق علیہ السلام	۵۹
۶۰	اُسوۂ حضرت یعقوب علیہ السلام	″
۶۱	اُسوۂ حضرت یوسف علیہ السلام	۶۰
۶۲	صاحبی السجن کی تفسیر صوفیا کے نزدیک	۶۱
۶۳	اُسوۂ حسنہ	۶۲
۶۴	ایک اعتراض کا جواب	″
۶۵	واقعۂ معراج	″
۶۶	دوسرے اعتراض کا جواب	۶۳
۶۷	ایک اور اعتراض	۶۴
۶۸	**باب سوم**۔ تذکرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم	۶۵
۶۹	اُسوۂ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ	″
۷۰	واقعہ رحلتِ مصطفےٰ صلعم	″
۷۱	حضرت صدیق اکبر رض کی تقریر	۶۶
۷۲	اُسوۂ حضرت عمر رض ۱	۶۷
۷۳	اُسوۂ حضرت عثمان	۶۸
۷۴	اُسوۂ حضرت عمر رض ۲	۷۱
۷۵	خیر الناس کا قصہ	۷۳
۷۶	**باب چہارم**۔ ذکر مشائخ	۷۴
۷۷	مشائخ کا فعل حجت نہیں ہوتا	″
۷۸	اللہ کی تعظیم کو مخلوق کی تعظیم پر مقدم رکھنا چاہئے	″
۷۹	آنحضرت کا اس بارے میں اُسوۂ حسنہ	۷۵
۸۰	علم کی فضیلت	″

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۸۱	دین میں مبالغہ کرنا	۸۰
۸۲	لوگوں کو گمراہ کرنے کے ڈھنگ	۸۲
۸۳	حضرت شیخ محی الدین جیلانی رح حنبلی تھے	//
۸۴	بت پرستوں اور قبر پرستوں میں مشابہت	۸۴
۸۵	بیرونی شہادت	۸۶
۸۶	ایک عابد کا واقعہ	۸۷
۸۷	ایام جاہلیت کے بت	۸۹
۸۸	حضرت علی رض کی ہتھیلی	۹۱
۸۹	شیخ جیلانی رح کا ایک عجیب واقعہ	۹۴
۹۰	شیطان کے مکر و فریب سے غافل نہیں رہنا چاہیے	۹۵
۹۱	شیطان کے کمالات	۹۶
۹۲	ایک گمراہ کن فقیر کا قصہ	۹۸
۹۳	آنحضرت صلعم کی زیارت	۱۰۰
۹۴	تین خیال	۱۰۱
۹۵	ابن سیرین کا معمول	//
۹۶	ایک عجیب خواب	۱۰۲
۹۷	پیر پرستوں کا ایک مغالطہ	۱۰۳
۹۸	سورۃ الناس کی تفسیر	۱۰۶
۹۹	رب۔ ملک۔ الٰہ کی تشریح	۱۰۷
۱۰۰	فنا فی الشیخ	۱۰۸
۱۰۱	علامات شرک	۱۰۹
۱۰۲	قبر پرستوں کی گپتیں	۱۱۰
۱۰۳	محکمات اور متشابہات	//
۱۰۴	ایک بدری صحابی کو حضرت عمر رض نے سزا دی	۱۱۲
۱۰۵	تنبیہ	۱۱۳
۱۰۶	حضرت علی رض کے متعلق حضور صلعم کا ارشاد	//
۱۰۷	طریقۂ اہل سنت	۱۱۴
۱۰۸	شرکیہ وظیفے	۱۱۵

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱۰۹	یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ	۱۱۶
۱۱۰	ایسے وظیفے پڑھنے کی ممانعت	″
۱۱۱	کتاب و سنت کے مقابلے میں عقلی دلائل	۱۱۸
۱۱۲	حقیقت، شریعت کے مخالف نہیں	۱۲۱
۱۱۳	مشائخ کے اقوال	″
۱۱۴	حضرت ابوذر سلیمان دارانی رح کا قول	″
۱۱۵	حضرت ابو سعید خراز رح کا قول	۱۲۲
۱۱۶	حضرت بہاؤ الدین زکریا رح کا قول	″
۱۱۷	شیخ ابو عبداللہ حارث بن اسدی کا قول	۱۲۳
۱۱۸	حضرت ابو حفص کبیر رح کا قول	″
۱۱۹	حضرت ابو یزید بسطامی رح کا قول	۱۲۴
۱۲۰	حضرت جنید بغدادی رح کا قول	″
۱۲۱	مشائخ کا عزم و احتیاط	۱۲۵
۱۲۲	عقائد میں حضور صلعم اور صحابہ کرام رض سے موافقت ضروری ہے	۱۲۸
۱۲۳	بے دین کے ساتھ ہم نشینی جائز نہیں	۱۳۱
۱۲۴	فاسق و فاجر سے بائیکاٹ کرنا چاہیے	۱۳۲
۱۲۵	مسلم کی ایک حدیث	۱۳۳
۱۲۶	ایک دلچسپ بحث	۱۳۴
۱۲۷	مشائخ کا فعل حجت نہیں	۱۳۶
۱۲۸	قبلۂ توجہ خانہ کعبہ ہے نہ قبر	۱۴۱
۱۲۹	پہلی دلیل	۱۴۲
۱۳۰	دوسری دلیل	۱۴۶
۱۳۱	اس کا جواب	″
۱۳۲	تیسری دلیل	″
۱۳۳	اس کی تشریح	۱۴۷
۱۳۴	صوفیوں کی روایت	۱۴۹
۱۳۵	اصل فقر کیا ہے	۱۵۱
۱۳۶	کما یئس الکفار من اصحٰب القبور کی تفسیر	۱۵۲

Marfat.com

نمبر شمار	مضمون	نمبر صفحہ
۱۳۷	اس آیت کی صحیح تفسیر	۱۵۳
۱۳۸	تفسیر ابن جریر	۱۵۴
۱۳۹	تفسیر مدارک	۱۵۵
۱۴۰	تفسیر معالم التنزیل	//
۱۴۱	مسئلہ توسّل	۱۵۶
۱۴۲	آیت کے معنی	//
۱۴۳	حضرت امام احمد بن حنبل کا خواب	۱۵۷
۱۴۴	محبت پیغمبر علیہ السلام بھی وسیلہ ہے	//
۱۴۵	سجدۂ تعظیمی	۱۵۸
۱۴۶	ایک سوال کا جواب	۱۵۹
۱۴۷	وسیلہ کی بحث	۱۶۲
۱۴۸	ضعیف البصر کی حدیث	//
۱۴۹	حضرت عمرؓ کا نمونہ	۱۶۵
۱۵۰	خیالی اضطراب	۱۶۶
۱۵۱	قبیح طریقے	۱۶۷
۱۵۲	یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ کی تردید صحیح حدیث سے	۱۶۸
۱۵۳	وسیلہ صرف اعمال صالحہ اور اوصاف حمیدہ ہیں	۱۶۹
۱۵۴	نتیجۂ بحث	۱۷۰
۱۵۵	تین مسافروں کا قصہ	//
۱۵۶	نتیجہ	۱۷۱
۱۵۷	پیروں کے ساتھ محبت کرنے کا معیار	۱۷۲
۱۵۸	شفاعت کن لوگوں کے لئے ہے	۱۷۳
۱۵۹	خاتمۂ سخن	۱۷۴

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تمہید

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اسلامی دُنیا کا ہر فرزند آپ کے اسم گرامی سے واقف اور آپ کے مرتبہ سے خوب آشنا ہے۔ آپ متاخرین میں خاص پایہ رکھتے ہیں۔ جمہور علماء متاخرین نے آپ کو گزشتہ صدی کا مجدد مانا ہے۔

آپ کی متعدد تصانیف ہیں۔ ان میں سے ایک البلاغ المبین فی احکام رب العلمین و اتباع خاتم النبیین ہے جس کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اصل کتاب فارسی زبان میں ہے اور اس کا موضوع مسئلہ زیارت قبور ہے۔ اس موضوع پر بہت سی اور تصنیفیں بھی موجود ہیں۔ جو اردو زبان میں چھپ کر شائع ہو چکی ہیں۔ اور اکثر زیارت قبور ہی کے نام سے موسوم ہیں لیکن جو انداز تحریر اس کتاب میں اختیار کیا گیا ہے۔ وہ شاہ صاحب کا مخصوص حصہ ہے۔

اس کے پڑھنے سے واضح ہو جائے گا کہ مسلمان آج توحید سے کس قدر دور اور شرک اور بدعت کے کس قدر قریب ہو گئے ہیں۔ جو وسائل اہل بدعت کے لئے آج مایۂ ناز بنے ہوئے ہیں، وہ کس قدر بے اصل اور گمراہ کن ہیں۔ اور جو رسوم اہل جمود و محدثات کے نزدیک عبادت کا درجہ رکھتی ہیں وہ کس قدر شرک سے ملوث ہیں!

اس کتاب میں اور اسی موضوع پر کسی دوسری تصنیف میں ایک بین فرق یہ ہے کہ اس میں کتاب اللہ سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آثار صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ اکابر اہل طریقت رحمہم اللہ کے آثار

Marfat.com

سے بھی بکثرت تمسک کیا گیا ہے۔

اور آخر میں ایک دلچسپ مکالمہ درج کیا گیا ہے جو شاہ صاحب اور ایک مداہن فی الشرع کے درمیان ہوا۔ خاتمہ پر وسیلہ کی بحث بھی ضمناً درج کردی گئی ہے۔ تاکہ مضمون کا کوئی پہلو چھوٹ نہ جائے۔

اعتذار

یہ مانی ہوئی بات ہے کہ تصنیف سے زیادہ مشکل کام کسی تصنیف کا غیر زبان میں پیش کرنا ہوتا ہے۔ شاہ صاحب کا اسلوب بیان اپنے حسن و خوبی میں جس قدر بے نظیر ہے۔ اس کو دیکھتے ہوئے مترجم بلا خوف لومۃ لائم کہہ سکتا ہے۔ کہ اس کو واضح کرنے کا حق مترجم سے ادا نہیں ہو سکا۔ یہ کام تو کسی قابل اہل قلم کا تھا۔ مگر جذبۂ شوق نے فقیر کو اس کام پر اُبھارا، اور آج بر سبیل تحدیث نعمت کہہ سکتا ہوں کہ اس کام کی تکمیل کی توفیق اللہ تعالیٰ نے اس عاصی کو بخشی۔ اور میں اس بار عظیم سے عہدہ برآ ہوا۔ جس کو میں اپنی خامیوں کے باوجود اٹھا چکا تھا۔

ناظرین سے اس قدر التماس ہے کہ انہیں جو خامی اس ترجمہ میں نظر آئے اس کو فقیر کی بے بضاعتی اور کم علمی پر محمول فرمائیں۔ ورنہ شاہ صاحب کی اصل تصنیف ایسی خامیوں سے پاک ہے۔ شاہ صاحب کا تبحر علمی ایک امر مسلم ہے۔ اور وہ اپنے اظہار کمال کے لئے میرے جیسے بے کمال کی مساعی کا رہین منت نہیں ہو سکتا۔

فقیر محمد علی مظفری کان اللہ لہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

خطبۂ مسنونہ

یا اللہ! ہم تیری حمد و ثنا کرتے ہیں کہ تُو نے وہ کتاب (قرآن مجید) نازل فرمائی جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ وہ پرہیزگاروں کے لئے ہدایت ہے۔ جو غیب پر ایمان رکھتے، نماز قائم کرتے اور جو کچھ تو نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو ایمان رکھتے ہیں اُس پر جو ہمارے رسول محمد صلے اللہ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم پر اُتاری گئی۔ اور اس پر بھی جو آپ صلعم سے پہلے اُتاری گئی اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ ہدایت پر ہیں اور یہی اپنے رب کی طرف سے بھی نجات پانے والے ہیں۔ یا اللہ ہم گواہی دیتے اور اقرار کرتے ہیں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیرا کوئی شریک نہیں نہ ہم تیرے سوا کسی کی بندگی نہیں کرتے اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں اور ہم گواہی دیتے اور اقرار کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ختم الاولیا و رحمۃ للعالمین تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔

تمہید

اما بعد اس رسالے کا نام بلاغ المبین ہے۔ اس میں آیات کلام الٰہی احادیث نبی رسول مقبول صلعم آثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اخبار اولیاء عظام کو اس ترتیب سے درج کیا گیا ہے۔ اللہ تعالے اسے حسبۃً للہ

Marfat.com

علیہ وآلہ وسلم کی اُمت پر رحمت نازل فرمائے اور اس فتنہ کو دُور فرمائے جو مشرکین ہنود کے ساتھ میل جول سے ہم میں صرف پیدا ہی نہیں ہو گیا بلکہ پھیل بھی گیا ہے۔ اور جس کی وجہ سے مسلمان وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ (ان میں سے اکثروں کا یہ حال ہے کہ اللہ پر یقین لاتے ہیں تو اس حال میں کہ اس کے ساتھ شریک بھی ٹھیراتے جاتے ہیں) کے مصداق ہو گئے ہیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے بموجب لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ (تاکہ حق کو حق کر دکھلائے اور باطل کو باطل اگرچہ ظلم و فساد کے مجرم ایسا ہونا پسند نہ کریں) ان کو حق کی راہ پر ثابت قدم کر دے۔

شرک کا فتنہ ایک گمراہ کن تاریکی ہے۔ جس نے لوگوں کی عقلوں کو اندھا کر دیا ہے۔ اور نورِ حق کے نہ ملنے کی وجہ سے آج توحید پرست مسلمان گمراہی کے گڑھے میں منہ کے بل اوندھے پڑے ہوئے ہیں۔ اور شرک ہی وہ خطرناک فتنہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ" (۲۲:۳۱) یعنی جو شخص کسی چیز کو خدا کا شریک ٹھیراتا ہے (تو اس کی مثال ایسی ہے، جیسے بلندی سے گر پڑا۔ پس یا تو اس کو اُڑتے ہوئے جانور اُچک لے جاتے ہیں۔ یا ہوا دُور کسی غار میں پھینک دیتی ہے۔ (یعنی آوازِ حق سننے کے مقام سے بہت دُور ہو جاتا ہے۔)

Marfat.com

بابِ اوّل

فتنۂ شرک و بُت پرستی

فصل (۱)

قبر پرستوں کی عادتیں

یاد رکھنا چاہیے۔ کہ وہ فتنہ جس کی طرف اُوپر اشارہ کیا گیا ہے قبر پرستی کا فتنہ ہے۔ اور قبر پرستوں کو ہی پیر پرست بھی کہتے ہیں۔ یہ لوگ قبر پرستی جیسے قبیح فعل کو فرض عبادت اور مسنون وظائف سے بہتر و افضل سمجھتے ہیں اُن کے نزدیک قبر پرستی تو ہر قسم کی عبادت کا بدل ہو سکتی ہے لیکن دوسری کوئی عبادت بھی قبر پرستی کا بدل نہیں ہو سکتی۔ جس دن کسی بزرگ کا عُرس مناتے ہیں۔ اُس کی قبر پر بکثرت اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اسی دن عُرس میں شامل ہونا عبادت کی بجا آوری اور علوم دین کی تحصیل سے زیادہ ضروری یقین کرتے ہیں۔ اس کا بدترین نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر دنیاوی مشکل کے لئے یہ اپنی قبروں کی طرف دوڑتے ہیں۔ اور جس عاجزی اور انکساری اور جس خشوع و خضوع کا اظہار قبروں کے سامنے کرتے ہیں اُس کا دسواں حصہ بھی حاضر و ناظر خدا کے سامنے مسجدوں کے اندر اپنی نمازوں میں نہیں کرتے۔ یہ لوگ قبر کے پاس صاحب قبر کا نام لے لے کر پکارتے اور دعا کرتے ہیں۔ اُن سے

Marfat.com

اولاد اور رزق مانگتے ہیں۔ با ادب متوجہ ہو کر قبر کے پاس اعتکاف بیٹھے رہتے ہیں۔ ان پر قیمتی غلاف اور لباس ڈالتے ہیں۔ اُن پر خوشبوئیں ملتے اور اگر و صندل وغیرہ جلاتے، چراغوں شمعوں اور قبروں کی سجاوٹ کے دیگر سامانوں پر ثواب سمجھ کر روپیہ صرف کرتے ہیں اور اس فضول خرچی اور اسراف سے صاحب قبر کی رُوح کی خوشی اور اس کا قُرب تلاش کرتے ہیں۔ یہ اور اس قسم کے ایسے بے شمار افعال قبروں پر جا کر کرتے ہیں۔ جو کہ تمام تمام مشرکین ہنود اپنے بتوں کے سامنے کرتے ہیں۔

فصل (۲)

تفسیر آیت مَنْ یُّشْرِکْ بِاللّٰہِ

جب یہ معلوم ہو گیا کہ قبر پرستی بدترین فتنہ ہے۔ تو جان لینا چاہیئے کہ اس آیت میں چار باتوں کا ذکر ہے: (۱) اللہ تعالےٰ کے ساتھ شریک ٹھیرانا (۲) آسمان سے گرنا۔ (۳) پرندوں کا اُچک لے جانا۔ (۴) ہوا کا اُڑا کر دُور پھینک دینا۔

۱۔ اللہ کے ساتھ شریک ٹھیرانا

اللہ تعالےٰ کے ساتھ شریک ٹھیرانا یہ ہے۔ کہ ان تمام صفات کو جو ذات باری تعالیٰ کے لئے مخصوص ہیں۔ مثلاً زندہ کرنا، مار ڈالنا، اولاد بخشنا، رزق دینا اور پوشیدہ امور پر مطلع ہونا وغیرہ وغیرہ ان صفات کو کسی اور کی طرف منسوب کرنا۔ اور یہ اعتقاد رکھنا کہ مذکورہ بالا کام اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی

Marfat.com

دوسرا بھی کر سکتا ہے۔ یہی شرک ہے۔ ورنہ ایسا کوئی شخص نہیں جو یہ کہے کہ خدا تعالیٰ کا شریک کوئی اور خدا بھی ہے۔

(۲) آسمان سے گرنا

آسمان سے گرنا یہ ہے کہ دینِ توحید آسمان کی طرح ایک بلند مقام ہے۔ جہاں سے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سنّت کی روشنی آفتابِ عالمتاب کی طرح مومنوں کے دلوں کو منوّر کرتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار روشن ستاروں کی طرح فرزندانِ اسلام کی رہنمائی کرتے ہیں۔ چنانچہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا **اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّهِمُ اقْتَدَیْتُمْ اهْتَدَیْتُمْ** (میرے صحابہ رضی اللہ عنہم روشن ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کا اتباع کرو گے۔ ہدایت پاؤ گے)

پس جس نے توحید کو چھوڑا۔ وہ گویا آسمان جیسے بلند مقام سے گر پڑا۔ کَاَنَّمَا حرفِ تشبیہ اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرنے کے لئے لایا گیا ہے۔

(۳) پرندوں کا اُچک لے جانا

جانوروں کا اُچک لے جانا یہ ہے کہ شیطان مشرکوں کو اُچک لے جانے کے لئے فضائے آسمانی میں تیرتے رہتے ہیں۔ اور جس طرح چیل اور کوّے مردہ مینڈ کا شکار کرتے ہیں اسی طرح یہ مشرکوں کا شکار کرتے ہیں۔

(۴) ہوا کا اُٹھا کر دُور پھینک دینا

لیکن یہاں ایک اور بات قابلِ غور ہے۔ وہ یہ کہ مشرک دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جن پر دنیا ہی میں شرک کا حکم لگ سکتا ہے۔ اور دوسرے وہ جو قیامت کے روز مشرکوں کے زمرہ میں شمار ہوں گے۔ تو خاطف الطیر کی تمثیل میں پہلی قسم کے مشرکوں کا ذکر ہے۔ جو شیطانوں کے

قبضہ میں پورے پورے آچکے ہیں۔ اور تھوتی بہ الزنج میں دوسری قسم کے مشرکوں کا ذکر ہے۔ اور وہ ہوا جس کا اس میں ذکر ہے نفسانیت کی ہوا ہے جو اکثر منافقوں کی ہلاکت و موت کا موجب ہوتی ہے۔ دوسری جگہ اہلِ نفاق کے متعلق ارشاد ہوتا ہے :۔

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (۱۴۴:۴)

بلاشبہ منافق دوزخ کے سب سے نیچے کے طبقے میں ڈالے جائیں گے۔

اور اس امر پر بھی غور کرنا چاہیئے۔ کہ ہوا سے مراد اگر نفس پرستی کی ہوا ہے۔ تو دُور جگہ سے کیا مراد ہے جہاں خواہشاتِ نفسانی کی ہوا لے جاکر پٹک دیتی ہے۔ اور انسان اس سے باہر نہیں نکل سکتا۔ سو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ اس سے مُراد تقلید کا مقام ہے۔ جہاں پہنچ کر عموماً کہا جاتا ہے کہ :۔

اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ (۲۳:۴۳)

ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا اور ہم انہی کے پیچھے پیچھے چلے جائیں گے

حقیقتِ ظلم

غرض جب معلوم ہو گیا کہ شرک وہ ظلم عظیم ہے جس کا پھل ہمیشہ ہلاکت و تباہی ہے۔ تو بدعات و محدثات بھی جو شرک کے مقدمات ہیں، پوری قوت اور انتہائی ہمت کے ساتھ پرہیز کرنی چاہیئے۔ کیونکہ ظلم کی بُنیاد گو ابتدا میں تھوڑی ہوتی ہے۔ لیکن آنے والی نسلیں ہمیشہ اس پر اضافہ کرتی رہتی ہیں ❖

فصل (۳)

بُت پرستی کی ابتدا

حضرت آدم علیہ السلام کی جس قدر اولاد ہوئی تھی۔ تمام کی تمام احکام الہٰی کی پابند اور آپ کی پیرو تھی۔ سب سے پہلا فساد جو عالم انسانیت میں ہوا اس کا سبب حرام کی طرف رجحان و میلان تھا۔ یعنی قابیل نے خلاف دستور اپنی توام بہن کو نکاح میں لینا چاہا اور رب العالمین کی نافرمانی کا داغ اپنی پیشانی پر لگایا۔ جب بدکاری اور ہوائے نفس کا جذبہ اس کے دل پر غالب آگیا۔ تو ارتکاب معاصی کی خاطر اس نے اپنے حقیقی بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔ اس قتل کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم فرمایا کہ جب کبھی دُنیا میں قتل ناحق کا ارتکاب ہوگا۔ اس کا گناہ قاتل کے علاوہ قابیل کے اعمالنامہ میں بھی لکھا جائے گا۔

بھائی کے قتل کے بعد قابیل آدم علیہ السلام کے پاس سے بھاگ گیا۔ اور کوہستانی جنوں میں جا کر مل گیا۔ اس کی اولاد خدا کی نافرمان ہوگئی۔ لیکن چونکہ یہ لوگ پوشیدہ اور تعداد میں کم تھے۔ اس لئے اِن کا فتنہ و فساد کارگر نہ ہوا اور باقی لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت پر چلتے رہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کے بعد آپ کے فرزند نامدار حضرت شیث علیہ السلام آپ کی وصیت کے مطابق قائمقام بنے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی ہوئے۔ پھر جب ان کا بھی انتقال ہوگیا تو بقول بعض اسی وقت تصویر پرستی کی بنیاد پڑ گئی۔ اور بعض مؤرخین کا خیال ہے۔ کہ ان کے بعد بھی ان کی اولاد میں

Marfat.com

رشد و ہدایت کا منصب باقی رہا۔ چنانچہ حضرت ادریس علیہ السلام حضرت شیث علیہ السلام کے نکرم پوتوں میں سے تھے۔ جو حضرت شیث علیہ السلام کے بعد شرف نبوت سے مشرف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کئی قسم کے علوم عطا فرمائے۔ حتیٰ کہ علم نجوم بھی آپ ہی کی ذات سے شروع ہوا۔ پھر جب آپ کو بھی اللہ تعالیٰ نے جنت میں داخل فرمایا، تو آپ کی قوم کے دل میں آپ کی زیارت کلبے حد شوق پیدا ہوا۔ حتیٰ کہ آپ کی جُدائی کے صدمے سے بعض لوگ پریشان ہو ہو گئے۔ اس وقت شیطان لعین جو انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے، آپ کی اولاد یا بعض احباب و معتقدین کے پاس انسانی شکل میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ " میں نے حضرت ادریس علیہ السلام کی روشن و مبارک شکل کو خوب دیکھا ہے۔ اور فنِ مصوری بھی خوب جانتا ہوں۔ اگر حکم ہو تو حضرت ادریسؑ کی تصویر بنا دُوں۔ تاکہ تم اُس کو ان کے خلوت خانے میں بحفاظت رکھ دو۔ اور دروازے پر اس کے برابر شیشہ لگا دو۔ پھر لوگوں میں منادی کرا دو کہ لوگ اس کی زیارت کے لئے آئیں "۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لوگ وہاں آتے تھے اور نذر و نیاز لاتے تھے۔ اور اُس تصویر کو دیکھ کر وجد اور شوق کا اظہار کرتے تھے۔ وہ لوگ جو راہِ راست پر تھے اور ہدایت خداوندی سے بہرہ ور تھے، ان گمراہوں کو ان ناجائز باتوں سے روکتے بھی رہے۔ اور خود اللہ تعالیٰ نے دین کی سیدھی راہ پر ڈٹے بھی رہے لیکن مشیتِ ایزدی کے بموجب دُنیا میں خیر کے ساتھ شر کا وجود بھی قائم رہا ہے۔ نیکوکاروں کی مزاحمت نے بدکاروں کے دِل پر کچھ اثر نہ کیا اور ہوتے ہوتے اس قوم میں بُت پرستی اور قبر پرستی کی بُنیاد پڑ گئی۔ چنانچہ صالح لوگوں کی وفات کے بعد تصویروں کی پرستش ہونے لگی۔ بُتوں کے

نام ان بزرگوں کے نام پر رکھے گئے۔ اور بتوں کی تعظیم و تکریم ان بزرگوں کی تعظیم و تکریم شمار ہونے لگی۔ سورۂ نوح میں ہے مشرکوں نے اپنی قوم کو کہا:۔

لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا (۷۱:۲۳)

ودّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کی عبادت کو مت چھوڑنا

اس آیت کی شرح میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بعض دیگر بزرگان سلف فرماتے ہیں کہ ودّ، سواع وغیرہ نیک لوگوں کے نام ہیں جو قوم نوح میں گزرے ہیں۔ جب ان بزرگوں میں سے کوئی مرجاتا۔ تو لوگ ان کی قبروں پر اعتکاف کرتے ان سے حاجتیں طلب کرتے۔ آہستہ آہستہ ان کے معتقدوں نے ان کے مجسمے اور بُت بنا لیے اور پرستش شروع کر دی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورۂ نوح میں ان بُتوں کے متعلق فرماتا ہے:۔

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ إِلَّا خَسَارًا وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ إِلَّا ضَلَالًا

حضرت نوح نے کہا۔ اے میرے رب! انہوں نے میری نافرمانی کی۔ اور اس شخص کی پیروی کی جس کے مال و اولاد نے اُسے نقصان ہی نقصان پہنچایا۔ انہوں نے بڑے بڑے حیلے کئے اور کہا معبودوں کو مت چھوڑنا ودّ، سواع، یغوث یعوق اور نسر کی پوجا ترک نہ کرنا۔ حالانکہ ان کی پوجا نے بے شمار لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے۔ پس یا اللہ! تو ایسے ظالموں کی گمراہی میں اضافہ کرتا کہ یہ جلد ہی برباد ہوں۔

غرض جب یہ بات معلوم ہوگئی۔ کہ قبر پرستی اور قبروں اور تعویذوں کی

حد سے زیادہ تعظیم کرنا شرک کی بنیاد ہے۔ تو ان سب گمراہیوں، بدعتوں اور بے ثبوت باتوں سے بہت بچنا چاہئے۔ اور ان باتوں کی طرف مطلق توجہ نہیں کرنی چاہئے۔ جو قبر پرستی کی اشاعت کے لئے بمنزلہ تمہید کے ہوتی ہیں۔ مثلاً بزرگوں کے متعلق ایسے خوابوں اور مکاشفوں کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہئے جو عوام میں قبر پرستوں کی طرف سے پھیلائے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہ خدائے ذوالجلال کے کلام کے صریح مخالف ہوتے ہیں۔

صحت کا معیار

یاد رہے کہ امورِ دینیہ کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔ اوّل۔ کلامِ خدا کی محکم آیات۔ دوم۔ رسولِ مقبول کی صحیح احادیث۔ اور سوم۔ اجماعِ صحابہ کرامؓ جو اُمّتِ مرحومہ کے سلف صالحین ہیں۔ جو بات ان تینوں (قرآن، حدیث اور اجماع) کے خلاف ہوگی، وہ مردود ہے اور اس پر کبھی عمل نہ کرنا چاہئے۔ اسی طرح قبر پرستی کی بیماری کی اصل بھی انہی تینوں میں تلاش کرنی چاہئے۔ اگر ممانعت ثابت ہو جائے، تو اسے چھوڑ دینا چاہئے۔ کیونکہ جان لینے کے بعد گمراہی کا راستہ اختیار کرنا بدترین بدبختی اور کھلی ہوئی جہالت ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ (اس ارشاد کا مطلب معتبر تفاسیر میں دیکھنا چاہئے):-

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِهٖ غِشَاوَةً ؕ فَمَنْ یَّهْدِیْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ (۴۵ : ۲۳)

"کیا آپ نے اس شخص کی حالت بھی دیکھی۔ جس نے اپنا خدا، اپنی خواہشِ نفسانی کو بنا رکھا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اُس کو اُس کے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔

Marfat.com

اُس کے دل اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ کے گمراہ کر دینے کے بعد کون ہدایت کرے۔ کیا تم عبرت نہیں پکڑتے؟

اندھی محبت کا فتنہ

تاریخ و تفسیر کی معتبر کتابوں میں مذکور ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے تشریف لے جانے کے بعد جس چیز نے بنی اسرائیل کو برباد کیا وہ اندھی محبت کا فتنہ تھا۔ یہود نے اپنے احبار کو جو اُن کے علماء اور ارشاد و ہدایت کے منصب پر تھے، اپنا رب اور حاجت روا بنا لیا، اور نصاریٰ نے اپنے مشائخ کو جو زاہد و عابد تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو اُن کے نبی تھے، خدا بنا لیا۔ چنانچہ ہر مصیبت میں یہود اپنے علماء کی طرف اور نصاریٰ اپنے درویشوں کی طرف رجوع کرتے اور جو کچھ وہ اُن کو فرماتے بجا لاتے اور کبھی غور نہ کرتے کہ ان کا فرمان احکامِ الٰہی کے موافق بھی ہے یا نہیں۔ حالانکہ ان کے پیغمبروں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو معبودِ واحد کی عبادت کا پیغام پہنچایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا غیر کو رب بنانا

بنی اسرائیل کی عادات میں ذکر آتا ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کو سجدہ بھی کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے ایسے افعال کو شرک سے تعبیر فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا

Marfat.com

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبۡحٰنَهٗ عَمَّا یُشۡرِکُوۡنَ - (۹ : ۳۱)

"اِن لوگوں (یہود و نصاریٰ) نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے علماء کو اور درویشوں کو اپنا رب بنا لیا اور مسیح ابنِ مریم کو بھی - حالانکہ انہیں جو کچھ حکم دیا گیا تھا وہ اس کے سوا کچھ نہ تھا - کہ ایک خدا کی بندگی کریں - جس کے سوا کوئی معبود نہیں - وہ پاک ہے اس شرک سے جو یہ لوگ اس کی ذات میں ٹھیرا رہے ہیں"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اُن کے اِن افعال کو شرک سے تعبیر فرمایا ہے پس معلوم ہو گیا - کہ جو کوئی مذکورہ بالا کام کرے گا اس کو مشرک کہنا درست ہوگا یہی حال ان لوگوں کا ہے ، جو اس زمانے میں کہتے ہیں - کہ پیر صاحب کے ہر حکم کی اطاعت فرض ہے - خواہ وہ حکم شریعت کے مخالف ہی کیوں نہ ہو - اور اس عقیدہ کی تائید میں حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کے اس مجازی شعر کو حقیقت مان کر بطور سند پیش کرتے ہیں ؎

بمے سجادہ رنگیں کُن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسم منزلہا

(پیر اگر حکم دے تو مصلٰے شراب سے رنگین کر لو - کیونکہ راستہ چلنے والا ہی راستہ کی دشواریوں سے واقف ہوتا ہے ۔)

درحقیقت یہ لوگ بھی بنی اسرائیل کے مشرکوں کی طرح شرک کی وادی میں بھٹک رہے ہیں - حق تعالیٰ انہیں توبہ کی توفیق عطا فرمائے - اور ہمیں بھی توبہ اور دین پر استقامت نصیب فرمائے - آمین !

بنی اسرائیل پر خدا کی لعنت کیوں ہوئی ؟

یہود اور نصاریٰ کی یہ بھی عادت تھی - کہ نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو

عبادت گاہوں کی طرح قابل تعظیم سمجھتے تھے۔ اور بزرگوں کے قبرستان میں مساجد بنانا اور ان میں عبادت کرنا بہ نسبت کسی دوسری جگہ کے افضل جانتے تھے۔ مقابر پر روشنی کرتے۔ ان کا طواف کرتے، ان کو سجدہ کرتے، ان کو مزین اور آراستہ رکھتے، ان پر خوشبوئیں جلاتے، اور ان میں نماز پڑھنا ضروریات دین میں سے سمجھتے تھے۔ انہی کے متعلق سرور عالم حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جو صحاح ستہ اور مصابیح میں ہے کہ :-

لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآءِھِمْ مَسَاجِدَ

اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت کی۔ اس لئے کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا تھا۔

صاحب مجالس الابرار نے بھی اس حدیث کو اس گروہ کے رد میں تحریر فرمایا ہے اور لکھا ہے۔ کہ :-

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود اور نصاریٰ پر اس لئے لعنت فرمائی کہ وہ انبیاء کرام کی قبروں پر نمازیں پڑھتے تھے۔ اور یہ خیال کرتے تھے۔ کہ قبروں پر یا قبروں کی طرف سجدہ کرنا صاحب قبر کی تعظیم کے لئے ہے۔ حالانکہ یہ شرک جلی ہے۔ اگر ان لوگوں کا گمان ہو۔ کہ نماز کی حالت میں بزرگوں کی قبور کی طرف منہ کرنا دوگونہ عبادت ہے۔ ایک پرستش الہٰی، دوسرے تعظیم بزرگان تو یہ بھی شرک ہے۔ قوم نوح علیہ السلام میں سجدہ تعظیم ہی سے بت پرستی شروع ہوئی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت اس بارے میں اوپر گزر چکی ہے۔ جو آیت وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا یَغُوْثَ وَیَعُوْقَ وَنَسْرًا کے متعلق ہے۔ اور انہی معنوں میں صحاح میں ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ وَثَنًا میری قبر کو بت نہ بنانا اور جناب الہٰی میں دعا فرماتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِیْ وَثَنًا یُّعْبَدُ

یا الٰہی! میری قبر کو بُت نہ بنا کہ اس کی پرستش ہونے لگے

اس سے واضح ہو گیا کہ وثن کا لفظ صنم سے زیادہ عام ہے۔ علماء نے اس کا اطلاق صورت اور غیر صورت دونوں پر کیا ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا۔ کہ جس قبر کی پرستش کی جائے، وہ بھی وثن کے حکم میں داخل ہے۔ اور اللہ تعالےٰ نے وثن کی پوجا سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ

"اوثان کی پلیدی سے بچو"

حضرت ابو بکر بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ جو کہ محدثینِ سلف میں سے ہیں اپنی تصنیف میں ایک واقعہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک شخص مدینہ منورہ میں گنبدِ خضرا کے پاس کھڑا ہو کر کچھ کہہ رہا تھا۔ حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ عنہما نے دیکھا تو منع کرتے ہوئے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ:۔ لَا تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ وَثَنًا۔ (میری قبر کو بت مت بنانا)

حضرت علی ابن حسین رضی اللہ عنہما کے اس قول سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے۔ کہ قبروں کے سامنے اِن باتوں میں سے کوئی بات بھی نہیں کرنی چاہیئے، جو بُت پرست اپنے بتوں کے سامنے کرتے ہیں۔ کیونکہ قبروں کے سامنے ایسی حرکات کرنے سے وہ قبریں اوثان کی تعریف میں داخل ہو جاتی ہیں۔ اس سے بچنا ضروری ہے۔

خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ جن کا طریقہ سراسر سُنّت کے مطابق ہے۔ فرماتے ہیں:۔

تو تا کئے گورِ مرداں را پرستی　　　بگرد و کارِ مرداں کُن درستی

Marfat.com

ترجمہ :" تو کب تک بزرگوں کی قبریں پوجے گا۔ جا اور ان کے اتباع میں اپنی آخرت درست کر۔"

آثار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عادت مبارک تھی۔ کہ جس کام سے انہیں شرک خفی کی بھی بو آتی! اس سے نہایت کوشش کے ساتھ پرہیز فرمایا کرتے۔ پھر کیا مجال کہ قبر پرستی جیسے باطل فعل کی تائید میں ان کا کوئی قول یا فعل ثابت ہو بلکہ اس کے برعکس ان کا ہر قول و فعل قبر پرستوں کے ہر خیال کی پرزور تردید کر رہا ہے۔

حضرت عمرؓ کا پہلا واقعہ

چنانچہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صحابہ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ دعاء استسقا کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لے گئے۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وسیلہ بنا کر یوں دعا کی :-

اَللّٰھُمَّ اِنَّا کُنَّا نَتَوَسَّلُ بِنَبِیِّکَ وَنَحْنُ الْاٰنَ نَتَوَسَّلُ بِعَمِّ نَبِیِّکَ

"اے اللہ! ہم اپنی دعاؤں میں اس سے پہلے تیرے نبی کو وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اب ہم تیرے نبیؐ کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔"

آپ کے اس قول سے ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرامؓ غائب اور گزشتہ انسان کو وسیلہ بنانا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو سرور کائنات حضرت عباس افضل نہ تھے۔ کیوں نہ یوں فرمایا کہ پہلے ہم تیرے پیغمبر کو وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اب اس کی روح پاک کو وسیلہ بناتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت عمرؓ کا دُوسرا واقعہ

مکہ معظمہ کی راہ میں ایک کیکر کا درخت تھا۔ اس درخت کے نیچے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جہاد پر بیعت لی تھی۔ جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔

حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب دیکھا۔ کہ لوگ اس درخت کے پاس اہتمام سے جاتے اور اس کے نیچے نوافل پڑھتے ہیں، تو آپ نے اس درخت کو جڑ سے اکھڑوا دیا۔ تاکہ فتنہ بند ہو اور شرک نہ پھیلے۔

حضرت عمرؓ کا تیسرا واقعہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مکہ مکرمہ کے اسی راستے میں نمازِ فجر کے بعد لوگوں کو ایسی جگہ نوافل پڑھنے کی کوشش کرتے دیکھا جہاں سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتفاقاً ایک بار سفر کی حالت میں نماز پڑھی تھی۔ تو آپ نے لوگوں کو اس سے بھی روکا اور فرمایا:-

إِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ بِمِثْلِ ذَالِكَ كَانُوا يَتَّبِعُونَ آثَارَ الْأَنْبِيَاءِ ۔

"تم سے پہلی قومیں اسی وجہ سے ہلاک ہوگئیں۔ کہ تمہارے اس فعل کی طرح انبیاء کے نشانات کی پیروی کرتی تھیں"

یعنی جس جگہ لوگ پیغمبروں کے قدموں کے نشانات دیکھتے، اسے متبرک و مقدس سمجھنے لگ جاتے تھے۔

قدم شریف اور پنجہ شریف بے اصل ہیں

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول سے ثابت ہو گیا کہ جو لوگ آجکل منقوشہ قدم اور پنجے کے گھڑے ہوئے پتھر کسی مقام پر گاڑ دیتے، پھر انہیں زیارت

Marfat.com

اور نذر و نیاز کا محل قرار دیتے اور کہتے ہیں۔ کہ " یہ فلاں بزرگ کا ہاتھ اور فلاں بزرگ کا پاؤں" ہے۔ ان کا یہ فعل پیغمبروں کی سنت اور صالحین کے طریقہ کے سخت مخالف ہے۔ بھلا جن کی محض زیارت و تعظیم ہی سنت کی شدید ترین مخالفت ہو اُن سے دُعا و التجا کرنا یا حاجت روائی چاہنا کس درجہ کی گنہگاری ہو گی۔؟ حاشا یہ ایسا ناپاک عمل ہے جو فلاحِ اُخروی کے قطعاً منافی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَ الْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (۵ : ۲۹)

"مسلمانو! بلاشبہ شراب، جُوا، بُت (انصاب) اور پانسے، ناپاک شیطانی عمل ہیں۔ ان سے بچو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو۔"

نصب کی تشریح

مفسرین کرام انصاب کی شرح میں لکھتے ہیں:۔

"انصاب نصب کی جمع ہے۔ خواہ نون اور صاد دونوں پر پیش ہو۔ یا نون پر زبر اور صاد پر جزم اور نصب ہر وہ چیز ہے جس کو زمین میں گاڑ کر پوجا جائے خواہ وہ درخت ہو یا پتھر یا قبر وغیرہ۔"

اس آیت کریمہ کو اسی تفسیر اور انصاب کی اسی تشریح کے ساتھ صاحب مجالس الابرار اپنی کتاب میں قبور پر نماز پڑھنے ان سے مدد چاہنے اور ان پر چراغاں کرنے کی ممانعت کے بیان میں لائے ہیں۔ لکھتے ہیں:

"ایسی تمام باطل چیزوں کو ڈھا دینا اور ان ... واجب ہے جیسا کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ لوگ قصداً اس درخت کے پاس جاتے ہیں جس کے نیچے خود فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر (جہاد کے لئے) بیعت کی تھی، تو آپ نے ایک شخص کو بھیج کر اس کو کٹوا دیا۔"

اور ایک اور روایت میں ہے: فَاَسْتَأْصَلَهَا (اس نے جڑ سے اُکھیڑ دیا)

یہ روایت تمام ایسی چیزوں کے مٹا دینے کے عین موافق ہے جن کے معبود بن جانے کا اندیشہ ہو۔

مصنف مذکور اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:۔

"جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سلوک اس درخت کے ساتھ کیا جس کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے (جہاد پر) بیعت لی تھی، اور جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں فرمایا ہے۔ کہ:۔ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ (۴۸: ۱۹) "بے شک اللہ تعالیٰ اِن مومنین سے راضی ہو گیا جو تیرے ہاتھ پر اس درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے" تو اُن چیزوں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کرنا لازم ہوگا جو انصاب میں داخل ہیں اور جن کے سبب سے عالمِ اسلام میں ایک فتنۂ عظیم برپا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مسجدِ ضرار کو گرا دیا

آگے لکھا ہے "فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے بڑھ کر خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کا مسجدِ ضرار کو گرا دینا ہے۔ جو دلیل ہے اس امر کی کہ تمام ایسی مسجدوں اور عمارتوں کو گرا دینا چاہیئے جو قبروں پر بنائی گئی

Marfat.com

ہوں۔ اور جو فتنہ و فساد کے لحاظ سے مسجدِ ضرار کے برابر یا اس سے بڑھ کر ہوں۔ ایسی عمارتوں کے متعلق یہی حکم ہے۔ کہ ان کو گرا کر سطح زمین کے برابر کر دیا جائے۔ اسی طرح اُن قبوں کا گرا دینا بھی واجب ہے جو قبروں پر بنائے گئے ہیں کیونکہ ان کی بنیاد ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی سُنّت کی مخالفت پر ہے۔ اس لئے ان کا ڈھا دینا تو مسجدِ ضرار کے ڈھا دینے سے بھی اولیٰ وانسب ہے۔ ایسی عمارتوں کے گرا دینے کے وجوب کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبروں پر قبے بنانے سے منع فرمایا ہے۔ اور اُن لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔ جو قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں۔ غرض ہر ایسی چیز کے گرا دینے کا جلدی کرنا واجب ہے۔ جس کا بنانا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے منع فرمایا ہے۔ اور جس کا بنانے والا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے نزدیک ملعون ہے۔"

قبر سے چراغ اور قندیل کا اُٹھا دینا

آگے لکھتے ہیں "اسی طرح چراغوں اور قندیلوں کا اُٹھا دینا بھی واجب ہے جو قبروں پر روشن کئے جائیں۔ اِس لئے کہ قبروں پر چراغ جلانے والوں پر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لعنت فرمائی ہے۔ اور جس فعل پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے لعنت فرمائی ہے۔ اس کا ارتکاب کبیرہ گناہ ہوتا ہے"

نذرِ معصیت کیا ہے؟

پھر لکھتے ہیں "ایسے ہی موقعہ کے متعلق علماء نے کہا ہے کہ قبروں

کے لیے چراغ اور تیل وغیرہ کی نذر ماننا ناجائز ہے۔ اس لئے کہ یہ نذرِ معصیت ہے۔ اس کا پورا کرنا ہرگز جائز نہیں۔ بلکہ ایسی نذر ماننے والے کو قسم کے کفارہ کی طرح کفارہ دینا لازم آتا ہے۔ پھر یہ بھی جائز نہیں کہ تیل وغیرہ کسی قسم کی کوئی چیز قبروں کے لئے وقف کی جائے۔ کیونکہ ایسا وقف ہی صحیح نہیں۔ اور نہ اس کا قائم رکھنا اور جاری کرنا حلال ہے۔"

حجرِ اسود کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول

پھر لکھتے ہیں۔ کہ "فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وُہ ہیں جن کے متعلق سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:۔

لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيًّا لَكَانَ عُمَرًا

(اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا۔ تو عمر (رضی اللہ عنہ) ہوتے۔

انہی حضرت عمرؓ نے فتنۂ قبر پرستی کو جو گزشتہ اور موجودہ اقوام کے لئے شرک کا سرچشمہ رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اپنے قول وعمل سے اس طرح ملیامیٹ کر دیا۔ کہ موحد مسلمانوں کے ذہن میں اس کا کوئی تصور بھی باقی نہ چھوڑا۔ چنانچہ اُوپر ذکر ہو چکا ہے۔

صحیحین میں عابس بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے جو بعض کی رائے میں صحابی اور بعض کے نزدیک تابعی ہیں حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ایک روایت ہے جو تیز تلوار کی طرح اس شرک کا قلع قمع کرتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

قَالَ رَأَيْتُ عُمَرَ يُقَبِّلُ الْحَجَرَ وَيَقُوْلُ لَاَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَنْفَعُ وَلَا تَضُرُّ وَلَوْ لَا اَنِّي رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُقَبِّلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ ؕ

۲۱۸۴

Marfat.com

"عاص بن ربیعہ نے کہا۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ حجر اسود کو فرمارہے تھے کہ "میں خوب جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے۔ جو نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان۔ اگر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسا کرتے نہ دیکھا ہوتا تو تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔"

پس جب حجر اسود کے متعلق حضرت عمرؓ کا یہ خیال ہے جو خدا نے بہشت سے اُتارا اور بیت اللہ شریف کے کونہ میں نصب کیا گیا، تو دوسرے پتھروں درختوں اور مقبروں کی کیا حقیقت ہے۔ جو شرف و مزیت میں اس کے سامنے حقیر و بے وقعت ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ جو تمام تر ہدایت ہیں۔ یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ حجر اسود کے چھونے یا چومنے کو قبروں وغیرہ کو چھونے یا چومنے کی دلیل بنانا غلط ہے۔ جسے عقل ٹھکراتی ہے۔ کیونکہ حجر اسود کا چھونا یا چومنا تو محض سنتِ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع کی خاطر جاری ہے۔

آپ کے اس ارشاد میں ایک اور نکتہ بھی ہے۔ کہ اگر کوئی شخص حجر اسود کو نفع یا نقصان پہنچانے والا مان کر خوف یا طمع سے اس کی تعظیم کرے یا اس کو بوسہ دے تو یہ بھی شرک ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ کے حکم اور ارادہ کے بغیر کوئی چیز نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

صحیحین میں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا جو بڑے پایہ کے صحابی ہیں:۔

لَمْ اَرَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ یَسْتَلِمُ مِنَ الْبَیْتِ اِلَّا الرُّکْنَیْنِ الْیَمَانِیَیْنِ۔

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دو رکن (رکن یمانی اور حجر اسود) کے

Marfat.com

سوا کعبہ کی کسی اور چیز کو بوسہ دیتے نہیں دیکھا۔"

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکن یمانی کو بھی چوما اور جمہور کا یہی خیال ہے۔ البتہ رکن شامی کے چومنے میں کلام ہے لیکن اس پر بھی شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی مشکوٰۃ شریف کے ترجمہ میں فرماتے ہیں۔ کہ "صرف حجر اسود کو چومنا چاہئے اور رکن یمانی کو چھونا ہی کافی ہے۔"

محمد بن اسماعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح میں زبیر بن عربی تابعی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کو چومنے کے متعلق سوال کیا۔ تو ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا:۔

رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَسْتَلِمُہٗ وَیُقَبِّلُہٗ۔

"میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسے چھوتے اور چومتے دیکھا ہے۔"

اس سے معلوم ہوا۔ کہ قرونِ اولیٰ میں مسلمان شرکِ خفی سے بھی اس قدر ڈرتے اور عقیدۂ توحید پر قائم رہنے کے لئے اس قدر اہتمام کیا کرتے تھے کہ حجر اسود کو چومنے سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور علماء سے دریافت کر لیا کرتے تھے۔ اور جب انہیں ایسا کرنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنّت سے ثابت ہو جاتا تو پھر ایسا کرتے تھے۔

مگر افسوس! آج مسلمان بالکل بے باک ہو گئے ہیں۔ صراطِ مستقیم چھوڑ کر ٹیڑھی راہ اختیار کرتے ہوئے ذرا نہیں گھبراتے۔ آج جس پتھر اور مقام کی نسبت سُن پاتے ہیں کہ فلاں بزرگ کی یادگار ہے، اسی پر جھک جاتے اور دُور دراز مقامات سے اس کی زیارت کے لئے اور حاجت روائی کی خاطر اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ اور شرک کا خوف نہیں کرتے۔ پھر اس پر شیرینی، پھول اور خوشبوئیں چڑھا کر اس شخص کا قُرب ڈھونڈتے ہیں۔ جس کی طرف اس قبر کی نسبت ہو۔

Marfat.com

اسی طرح تسبیح کو "خاک شفا" گنتے اور پیر کے عصا کو پیر کا قائم مقام سمجھتے ہیں۔

عصائے موسیٰ علیہ السلام

یہ بات مشہور و معروف ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کی کبھی تعظیم نہیں کی۔ نہ ہی لوگوں کو اس کی زیارت کا حکم دیا۔ حالانکہ یہ عصا حضرت آدم علیہ السلام کا تھا۔ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت شعیب علیہ السلام کی معرفت ملا تھا۔ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ کہ آپ نے اس عصا کے متعلق صرف اسی قدر فرمایا:۔

ہِیَ عَصَایَ اَتَوَکَّؤُا عَلَیْھَا وَاَھُشُّ بِھَا عَلٰی غَنَمِیْ وَلِیَ فِیْھَا مَاٰرِبُ اُخْرٰی (۲۰:۲۰)

"یہ میری لاٹھی ہے۔ میں اس پر سہارا لیتا ہوں۔ اسی سے اپنی بکریوں کے لئے درختوں کے پتے جھاڑ لیتا ہوں۔ اور میرے لئے اس میں اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں۔"

مگر آج کل پیر کی لاٹھی اور جوتا، کوٹ اور پگڑی یا ٹوپی اور تسبیح میں سے کوئی چیز مرید کے ہاتھ لگ جائے تو مرید اس کو بلند مقام پر نصب کر دیتے ہیں پھر عوام کے لئے اسے زیارت گاہ بنا دیتے اور اس جگہ کا نام درگاہ شریف رکھ دیتے ہیں۔

بدعتیوں کا طریق اشاعت

پھر کوئی تو کہتا ہے۔ صاحب! مجھے فلاں بزرگ کی گدڑی سے وہ فیض ملا جو زندہ بزرگوں سے ہرگز نہیں مل سکتا۔ اور کوئی کہتا ہے۔ اجی! فلاں پیر

Marfat.com

کا جبہ پہنے ہوئے جو کیفیت مجھ پر طاری ہوتی ہے، وہ کسی دُوسرے وقت دیکھنے میں نہیں آتی۔

پھر اکثر تو ان اشیاء کو عطر اور خوشبوئیں لگا کر ہمیشہ سنبھالے رکھتے ہیں مگر بعض کبھی کبھی تبرّک جان کر ان چیزوں کو استعمال بھی کر لیتے ہیں۔ اور بعض جو ہوشیار ہوتے ہیں، سال میں ایک دن ان کی زیارت کے لئے مقرر کر کے اس دن ان چیزوں کی طرف تکلف سے متوجہ ہو کر بیٹھتے ہیں۔ اور اس ساری تعظیم و تکریم کو منسوب الیہ بزرگ کی خوشنودی کا باعث یقین کرتے ہیں۔

تنبیہ

مخفی نہ رہے کہ اشیائے بزرگاں کی تعظیم و تکریم فوراً ہی کفر و شرک کا مُوجب نہیں بن جایا کرتی۔ بلکہ یہ مرض آہستہ آہستہ ترقی کرتا ہے، اور جب حد سے بڑھ جاتا ہے۔ تو طبیعت میں شرک کے ساتھ منافقت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کا اظہار اس وقت ہوتا ہے، جب کوئی عالمِ ربّانی ان کی تعظیم کرنے سے روکتا ہے۔ اس وقت یہ لوگ عذر اور حیلے پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم سے ایسی حرکتیں غلبہ محبت کی وجہ سے صادر ہوتی ہیں۔ اور منع کرنے والے علمائے ربّانی کی نسبت کہتے ہیں، کہ یہ لوگ معرفت سے نابلد، اولیاء اللہ سے ناواقف، اور ان کی کرامتوں کے منکر ہیں۔ یہُود نے اسی طرح حضرت عیسٰی علیہ السلام کو حضرت عزیر علیہ السلام کا منکر کہا تھا۔ اور عیسائی اسی طرح مسلمانوں کو حضرت عیسٰی علیہ السلام کا منکر کہتے ہیں۔ ان گمراہوں کے نزدیک حضرت عیسٰی علیہ السلام اور مسلمانوں کا قصوُر یہ ہے۔ کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہ کہا۔ اور مسلمان

Marfat.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں کہتے۔

اصل بات یہ ہے کہ گمراہ لوگ قدرتی طور پر حق پرستوں کے مخالف ہونے کی وجہ سے اُن کو بدنام کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ اس لئے اُن کے خلاف لوگوں میں نفرت پھیلانے کے لئے طرح طرح کی باتیں مشہور کرتے ہیں، کہ یہ لوگ فلاں بزرگ یا کرامت کے منکر ہیں۔

چنانچہ مشرکین مکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو صابی یعنی بے دین کہتے تھے۔ اور آپ کو ملّتِ ابراہیمی کا منکر خیال کرتے تھے۔ لیکن اہلِ بصیرت پر لازم ہے کہ فتنہ کے زمانہ میں احتیاط کی راہ اختیار کریں۔ اور ایسی راہ نہ چاہیں جس کا نتیجہ شرک و بدعت ہو۔ چنانچہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اُن کے سچے متبعین کا طریقہ یہی تھا۔ اللہ تعالیٰ ایک مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول ذکر فرماتا ہے:۔

وَكَيْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ سُلْطَانًا فَاَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ (۶: ۸۱)

"میں اُن چیزوں سے کیوں ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے۔ جبکہ تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرا لیا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ سو اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ ان دو جماعتوں میں سے امن کا حقدار کون ہے؟"

مقامِ ابراہیم علیہ السلام کو بوسہ دینا جائز نہیں

وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر کعبہ کی تعمیر کی

(اور بقول بعض) جو عمارت کے ساتھ ساتھ خود بخود بلند ہوتا گیا۔ اور اختتام عمارت تک کسی دُوسرے پتھر کی ضرورت ہی پیش نہ آئی۔ اور اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دونوں قدموں کی اُنگلیوں کے نشان پڑ گئے اور جس کے متعلق حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حدیث میں مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلرُّکْنُ وَالْمَقَامُ یَاقُوْتَتَانِ مِنْ یَاقُوْتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللّٰهُ نُوْرَهُمَا وَلَوْلَا ذَالِكَ لَاَضَاءَ مَابَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ط

"رکنِ یمانی اور مقام ابراہیم جنّت کے دو موتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی چمک دمک بجھا دی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو مشرق و مغرب ان کے نور سے ہر وقت منوّر رہتے"

اور جس کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مقام ابراہیم رکھا۔ اور اس پر نماز پڑھنے کا حکم فرمایا:۔

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ط (۱۲۵:۲)

"(اور ہم نے حکم دیا کہ) ابراہیم علیہ السلام کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ"

اور اس پر خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلّم ہمیشہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ ان فضائل کے باوجود کہیں یہ مذکور نہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یا صحابہ رضوان اللہ علیہم میں سے کسی ایک نے کبھی اس پر ہاتھ پھیرا ہو یا اسے کسی وقت بوسہ دیا ہو۔ ہاں اس کے بالعکس اِن باتوں سے اُن کا انکار کرنا ضرور مروی ہے۔

چنانچہ مصنّف میں ابن ابی شیبہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں۔ کہ اُنہوں نے جب ایک گروہ کو دیکھا۔ جو مقام ابراہیم کو چھوتے

Marfat.com

تھے۔ تو جھٹ ان کی طرف مخاطب ہو کر کہا:۔

"دیکھو! خدا نے تمہیں اس کو چھونے کا حکم نہیں دیا۔ صرف یہ حکم دیا ہے کہ اس کے قریب نماز پڑھو۔"

اسی طرح صاحب مجالس الابرار نے لکھا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "پہلے زمانہ کے لوگوں نے اس پتھر پر ہاتھ پھیرنے سے بھی منع کر دیا ہے اس پر خدا نے صرف نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔"

اور ازرقی نے آیت وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى کی شرح میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "لوگوں کو مقام ابراہیم علیہ السلام پر صرف نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس کو چھونے کا حکم نہیں دیا گیا۔" پھر لکھا ہے کہ "علماء اس بات پر متفق ہیں۔ کہ حجر اسود کے سوا کعبہ کی کسی چیز کو چھونا اور چومنا جائز نہیں۔ بجز رکن یمانی کے کہ اس کو بھی چھونا صحیح ہے، چومنا صحیح نہیں۔"

شیطانی پروپیگنڈا

لیکن شیاطین کا ڈھنگ ہی نرالا ہے۔ وہ ہر زمانہ اور ہر مقام میں پہلے تو ایک بزرگ کی قبر کو تعظیم کے لئے چن لیتے ہیں۔ پھر اس کو عبادت اور بندگی کے لئے بت بنا ڈالتے ہیں۔ اور پھر اپنے ہم نشینوں میں اس امر کی اشاعت کرتے رہتے ہیں کہ جو شخص اس کی پوجا سے روکے یا اس پر اجتماع کرنے سے منع کرے اور درحقیقت اس بزرگ کی بے عزتی کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کے حق کو تلف کرنا چاہتا ہے۔ پس اس پروپیگنڈا کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جاہل ان غیر اسلامی حرکات سے روکنے والوں کو کافر کہنے اور قتل کرنے کے درپے

Marfat.com

ہو جاتے ہیں ۔ حالانکہ اُن کا اس کے سوا اور کوئی جرم نہیں ہوتا۔ کہ وہ اِس بات کا حکم دیتے ہیں جس کا اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حکم دیا ہے ۔"

پھر لکھا ہے ۔ کہ "چند اور باتوں نے بھی اِن قبر پرستوں کو اس فتنہ میں ڈالا ہے ۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبعوث ہونے کی اس غرض سے بے خبر ہیں ۔ کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو حق کی اشاعت اور شرک کی بیخکنی کے لئے بھیجا ہے ۔ پس جن لوگوں کو علم کا بہت کم حصہ ملا ہے ۔ جب اُن کو ایسے شیاطین قبر پرستی کے فتنہ کی طرف بُلاتے ہیں ۔ تو چونکہ اُن کے پاس اتنا علم نہیں ہوتا ۔ کہ ان کی تردید کر سکیں ۔ اس لیے اُن کی دعوت قبول کر لیتے ہیں ۔ مگر صاحبانِ علم بقدر اپنے علم کے اس فتنہ سے محفوظ رہتے ہیں ۔"

جھوٹی حدیثیں

منجملہ اُن باتوں کے جو یہ لوگ قبر پرستی کے حق میں پیش کرتے ہیں ایسے ایسے اقوال ہیں ۔ جو بُت پرستوں کی طرح انہوں نے خود گھڑ لئے ہیں ، اور معتبر بنانے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب کر دیئے ہیں ۔ مثلاً

(۱) اِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُوْرِ فَاسْتَعِيْنُوْا بِأَهْلِ الْقُبُوْرِ

"جب تمہیں کسی امر میں پریشانی پیش آئے ۔ تو اہلِ قبور سے مدد طلب کرو ۔"

(۲) اِذَا أَعْيَتْكُمُ الْأُمُوْرُ فَعَلَيْكُمْ بِأَصْحَابِ الْقُبُوْرِ

"جب تم مشکلات میں پھنسو تو اہلِ قبور کا دامن پکڑنا لازم سمجھو ۔"

Marfat.com

(۳) لَوْ حَسَّنَ اَحَدُ کُمْ ظَنَّهٗ بِحَجَرٍ لَنَفَعَهٗ ۔

تم میں سے اگر کسی کو پتھر پر بھی اعتقاد ہو تو اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے ۔

ایک بڑی غلط فہمی

ان کے علاوہ اور بے شمار جھوٹی حدیثیں ہیں ۔ جو دین کے صریح خلاف ہیں ۔ اور ان قبر پرستوں کی کوششوں سے جاہل اور گمراہ لوگوں میں مشہور ہو گئی ہیں ۔ یہ جاہل اتنا نہیں سمجھتے کہ اللہ تعالیٰ نے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس لئے بھیجا تھا کہ پتھروں اور درختوں وغیرہ سے نفع و ضرر وغیرہ کا اعتقاد رکھنے والوں کو قتل کر دیں ۔ اور حضور نے ایسا اعتقاد رکھنے سے ہمیشہ روکا بھی ہے ۔

اسی طرح قبر پرستوں نے من گھڑت حکایتیں اپنی تائید کے لئے مشہور کر رکھی ہیں ۔ مثلاً کہتے ہیں کہ ”ایک شخص مصیبت میں مبتلا تھا ۔ جب فلاں قبر والے کے پاس گیا اور مدد مانگی ، تو مصیبت سے نجات پائی ۔ فلاں شخص پر آفت نازل ہوئی ۔ اس نے فلاں جگہ پہنچ کر صاحب قبر سے دعا مانگی تو صاحب قبر نے اس کی تکلیف رفع کر دی ۔ اور فلاں شخص نے اپنی حاجت بر آری کے لئے فلاں جگہ دعا مانگی ۔ اس کی حاجت پوری ہو گئی ۔ غرض قبور کے خادموں اور مجاوروں کے پاس ایسی بے شمار باتیں ہیں جن کا ذکر طوالت کا باعث ہے ۔ یہ لوگ خدا کی مخلوق میں سب سے بڑھ کر جھوٹے ہیں ۔ اس لئے تم مردہ اور زندہ دونوں کی طرف جھوٹ منسوب کرتے رہتے ہیں ۔

انسانی طبیعت نفع کی طالب اور نقصان سے بچنے والی واقع ہوئی ہے خصوصاً وہ آدمی جو اپنی غرض [illegible] سب [illegible] ہوتا ہے ۔ اور جب

اسے تکلیف پہنچتی ہے، تو جلد از جلد اس سے نجات پانے کا خواہشمند ہوتا ہے۔ اور ہر طریق سے خواہ وہ اچھا ہو یا بُرا، اپنی مصیبت کا علاج تلاش کرتا ہے۔ جب وُہ سُنتا ہے۔ کہ فلاں قبر حاجت روائی کے لئے تریاق کا حُکم رکھتی ہے۔ تو دوڑ کر اس کی طرف جاتا، اور بڑی توجّہ وزاری اور عاجزی ومسکینی سے دُعا کرتا ہے۔ جسے خداوندِ کریم تو اس کے عجز کو دیکھ کر قبول کر لیتا اور اس کی حاجت پُوری کر دیتا ہے۔ مگر یہ سمجھتا ہے کہ اس قبر کی تاثیر سے دُعا قبوُل ہوئی ہے۔ بس پھر یہ بات اس کا اعتقاد بن جاتی ہے۔ اتنا نہیں سوچتا۔ کہ خداوندِ کریم تو ہر مضطرب اور ہر بے چین کی دُعا سُنتا، اور قبول کرتا ہے۔ خواہ وہ کوئی ہو اور کہیں ہو۔ یہی شخص اگر اسی ذلت وفروتنی کے ساتھ دکان، بازار یا حمام میں دُعا کرتا، تب بھی اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کر دیتا۔ اس میں قبر کی تاثیر سمجھنا نادانی اور جہالت ہے۔

یاد رکھو، دُعا کا قبوُل ہونا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ دُعا کرنے والا خدا کا محبوب ہی ہو، اور اللہ تعالیٰ اس پر بہت خوش بھی ہو۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مومن وکافر اور فاسق وفاجر کی دُعا سُنتا اور قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے ہمارے لئے دُعا وعمل سے وہ چیز آسان کرے، جو اس کی رضا کے موافق ہے۔"

بلند قبر کو سطح زمین کے برابر کرنے کا حُکم:۔

صحیح مُسلم میں ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے حضرت ابی الہیاج الاسدی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:۔

اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِىْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اَلَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ ۔

"کیا میں تمہیں اس کام پر نہ بھیجوں جس پر مجھے رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا تھا۔ کہ کسی مورت کو مٹائے بغیر اور بلند قبر کو سطح زمین کو برابر کئے بغیر نہ چھوڑو۔"

اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے صحیح مسلم میں روایت ہے:۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّكْتَبَ عَلَيْهَا وَاَنْ تُوْطَاَ ۔

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں کو پختہ بنانے، ان پر لکھنے اور ان کو روندنے سے منع فرمایا ہے۔"

شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ میں اس کے بعد یقعد بھی لکھتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر بیٹھنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ کیونکہ قبر پر بیٹھنا مومن کی عزت کے منافی ہے۔ اور بعض نے کہا کہ قبر پر بیٹھنے سے مراد تضائے حاجت کے لئے بیٹھنا ہے۔

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس حدیث کے متعلق خیال

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اغاثہ میں امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ جس علت کی بنا پر شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا۔ اور جس علت کے سبب سے خدا کی بے شمار مخلوق شرک جلی میں مبتلا ہو گئی۔ وہ علت یہ ہے کہ جو شخص اپنی ہر قسم کی فلاح و اصلاح کسی بزرگ کی قبر کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے۔ وہ اپنے اعتقاد و اثر کے لحاظ سے اس شخص کی نسبت کہیں زیادہ شرک سے قریب ہوتا ہے۔ جو کسی درخت یا پتھر کو اپنا حاجت روا

سمجھتا ہے۔ یہ اعتقاد ہی کا اثر ہے۔ کہ تو دیکھتا ہے۔ اکثر آدمی قبر کے پاس اس قدر تضرع و زاری اور خشوع و خضوع کرتے ہیں کہ بیت اللہ شریف میں سحری کے وقت بھی نہیں کرتے۔ اسی طرح قبروں پر نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کے وقت وہ جتنے برکت کے امیدوار ہوتے ہیں، اتنے مساجد میں نماز پڑھنے اور دعا مانگنے کے وقت نہیں ہوتے۔ پس یہی علت وہ فسادِ عظیم ہے، جس کی بنا کو مٹانے کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لوگوں کو مقبرہ میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ خواہ نمازی کے ذہن میں نماز پڑھنے کے وقت قبر کی برکت ملحوظ نہ بھی ہو۔ اس کی مثال یہ ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج کے چڑھنے، ڈھلنے اور ڈوبنے کے اوقات میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ کیونکہ یہ مشرکوں کے عبادت کے اوقات ہیں۔ ان اوقات میں وہ سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ پس اسی سے سمجھ لو کہ جس وقت کوئی شخص قبر کے پاس حصولِ برکت کی نیت سے نماز پڑھتا ہے۔ تو اس کا یہ نماز پڑھنا بھی قبر کی پرستش میں داخل ہوتا ہے۔ ایسا ارادہ و نیت ہی خدا اور رسول کے حکم کے خلاف ہے اور کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دین میں نئی بات پیدا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی۔

مجالس الابرار میں لکھا ہے۔ کہ جب شارع علیہ السلام نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے اس لئے روکا کہ کہیں یہ بات غیر اللہ کی عبادت کے لئے دلیلِ جواز نہ بن جائے، تو قبروں سے مدد مانگنے کا کیا کہنا، جو صریح شرک ہے۔ قبر پرست ان کو "یا مولا" کہہ کر پکارتے، ان سے حاجتیں مانگتے، اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ ان کے پاس نماز پڑھنا سجدوں سے زیادہ افضل ہے۔ آگے لکھا ہے کہ بہت لوگ اس لئے برباد ہو گئے کہ گھبرا کر اہلِ قبور سے

Marfat.com

حاجتیں مانگنے لگے، اور کئی ایک کو اس اعتقاد نے ہلاک کر دیا۔ کہ مسجدوں کی بہ نسبت انبیائے کرام کی قبروں کے پاس نماز پڑھنا افضل ہے"۔

اسلام اور قبر پرستی

حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ اغاثۃ میں فرماتے ہیں:۔

"اگر کوئی شخص موجودہ مسلمانوں کے اقوال و افعال کا مقابلہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے طریقہ کے ساتھ کرے، تو وہ ان کی کسی چیز کو بھی اس کے ساتھ موافق نہ پائے گا۔ کیونکہ دونوں کی آپس میں ضد ظاہر ہے۔ مثلاً:۔

(۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبورِ انبیاء پر نماز پڑھنے سے منع فرمایا۔ مگر آج مسلمان شوق سے پڑھتے ہیں۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر مسجدیں بنانے سے روکا مگر آج ان پر بڑی بڑی عمارتیں بنائی جائیں اور ان کا نام مشاہد و درگاہ رکھا جاتا ہے۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبور پر چراغاں کرنے سے منع فرمایا مگر قبر پرست مسلمان قبروں پر قندیلیں اور شمعدان روشن کرتے اور اس کام کے لئے جائیدادیں وقف کر جاتے ہیں۔

(۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبروں کو پختہ بنانے سے روکا، مگر یہ اُن پر شاندار قبے بناتے ہیں۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبروں پر کتبے لکھنے سے منع فرمایا مگر یہ لوگ اُن پر آیاتِ قرآنی لکھتے ہیں۔

Marfat.com

(۶) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبر پر زائد مٹی ڈالنے سے منع فرمایا مگر یہ لوگ مٹی سے بھی بڑھ کر اینٹ پتھر اور چونہ لگاتے ہیں +

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "قبروں کو عیدگاہ نہ بناؤ" مگر یہ لوگ ان پر عید کی طرح اجتماع کرتے اور دن مقرر کر کے سالانہ عرس منعقد کرتے ہیں؛

غرض اس مقابلہ میں یہ لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر حکم کے مخالف اور دین کی ہر رسم کے دشمن نظر آتے ہیں +

قبر پرستوں کا غلو

صاحب مجالس الابرار اس کے بعد لکھتے ہیں کہ "یہ فرقہ ضالہ اس حد تک پہنچ گیا ہے۔ کہ بعض غالیوں نے بیت اللہ (اللہ تعالیٰ اس کی عظمت اور شرف کو بڑھائے) کے آداب کی طرح قبروں کے آداب اور ارکان ومناسک پر کتابیں لکھ دی ہیں، اور ان کا نام مناسک حج المشاہد رکھ دیا ہے" اس کے بعد لکھتے ہیں "مگر مخفی نہ ہے کہ ایسا کرنا درحقیقت اسلام کی جگہ بت پرستی اختیار کرنا ہے۔ کیونکہ ان کا طریقہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے بالکل مختلف ہے"

آگے لکھا ہے "پس دیکھئے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور اس مذہب کے درمیان جو انہوں نے قبور کے متعلق بنا رکھا ہے کس قدر فرق ہے اور اس میں ذرہ بھر شک کی گنجائش نہیں اگر اس گمراہ کن بدعت کے مفاسد حد سے زیادہ ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے، کہ قبروں کو مساجد پر فضیلت دیتے ہیں حالانکہ مسجدیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام روئے زمین سے محبوب و بہتر ہیں۔ پھر جب قبروں پر جاتے ہیں، تو اس قدر رقت اور خشوع، ادب اور عاجزی کے ساتھ

Marfat.com

داخل ہوتے ہیں۔ کہ خدا کی مسجدوں میں اس کیفیت کے ساتھ کبھی داخل نہیں ہوتے ان کے نزدیک قبروں کو سجدہ گاہ بنانا، ان پر چراغ جلانا، اعتکاف بیٹھنا، پردے لٹکانا، عود و اگر جلانا، اور اُن میں جھاڑو دینے کے لئے خادم مقرر کرنا، نیز اُن کی پُوجا کے لئے اشاعت کرنا، اور اُن کا مجاور رہنا بیت اللہ کے مجاور رہنے سے افضل اور اُن کی خدمت کرنا مسجدوں کی خدمت سے بہتر ہے۔

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ صاحب مجالس الابرار نے جو کچھ لکھا درست لکھا ہے۔ ان لوگوں کی حرکات پوشیدہ راز نہیں ہیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے یہ سب کچھ ہوتے دیکھا ہے۔ اور ان کی باتوں کو اپنے کانوں سے سُنا ہے۔

صاحب مجالس الابرار نے آگے لکھا ہے۔ قبروں اور اُن کے خادموں کے لئے نذریں ماننا، ان کی زیارت کے لئے دُور اور نزدیک سے سفر کر کے آنا، اُن کے پاس نمازیں پڑھنا، اُن کے گرد طواف کرنا، ان کو چُومنا یا چھونا، اور اُن پر ہاتھ یا مُنہ رگڑنا، اُن کی مٹی یا کنکر اُٹھا کر گلے میں لٹکانا، اہل قبور سے رزق اور اولاد کے لئے یا بیماری سے شفا یا قرض سے خلاصی کے لئے دُعائیں مانگنا یا دیگر مہمات دُنیوی میں ان سے مدد چاہنا سب قبر پرستی میں داخل ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ تمام وہ حاجتیں جو بُت پرست اپنے بتوں سے چاہتے ہیں یہ اِن قبروں سے مانگتے ہیں۔ اس کے بعد لکھا ہے:۔

وَلَيْسَ شَيْءٌ مِّنْهَا مَشْرُوعًا بِاتِّفَاقِ اَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ اِذْ لَمْ يَفْعَلْ شَيْئًا مِّنْهَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَلَا اَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَسَائِرِ اَئِمَّةِ الدِّيْنِ صَلٰوةُ اللّٰهِ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ السَّلَامُ۔

* حضرت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین

Marfat.com

اور آئمہ دین رحمہم اللہ میں سے کسی نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا۔ ان میں سے ایک کام بھی اُن سے جائز ثابت نہیں ہو سکتا۔"

آگے لکھا ہے "دُنیا میں صرف تین دَور ایسے گزرے ہیں (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے دور) جن کے خیر القرون ہونے کی شہادت خود رسالتمآب صلّی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے دی ہے۔ جو کام ان تینوں زمانوں میں نہیں کیا گیا، اس کا جائز اور نیک ہونا محال ہے۔ اب جو شخص ایسی ایسی باتوں کے ارتکاب کی جرأت کرتا ہے، جن کا ثبوت ان زمانوں میں نہیں ملتا، تو اس کے فاسق ہونے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے خود گواہی دی ہے۔"

آگے لکھا ہے:۔

قبر پرستوں کو چیلنج

"جو شخص ہمارے کلام میں شک کرے، اُسے چاہیئے کہ اِن تین زمانوں میں سے کوئی ایک مثال پیش کرے، جن سے قبر پر نماز پڑھنا یا اس سے حاجت چاہنا تو بڑی بات ہے، صرف اتنا ثابت ہو سکے کہ صحابہ کرام، تابعین یا تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے کسی نے مصیبت کے وقت فلاں قبر کا قصد بھی کیا ہو۔ اس سے مدد چاہی یا اُسے چوما یا چھوا ہو۔

ہاں قرونِ ثلاثہ کے بعد ان لوگوں نے ایسی حرکتیں کی ہیں جو ناخلف تھے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَوٰةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ۝ (۱۹:۶)

"پھر ان اچھے لوگوں کے بعد ایسے برے لوگ پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کھو دی اور نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ گئے۔ سو قریب ہے کہ ان کی سرکشی ان کے آگے آئے۔"

اصل بات یہ ہے۔ کہ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا، اور عہدِ رسالت دُور تر ہوتا گیا، توں توں یہ فتنہ قبر پرستی رواج پاتا گیا۔ اور اب نوبت یہاں تک پہنچی ہے، کہ اس کے ثبوت کے لئے اس موضوع پر کتابیں لکھی گئیں۔ ان میں سے بعض کو پڑھ کر افسوس ہُوا کہ ان میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم، خلفائے راشدین، صحابہ کرام، اور تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ایک لفظ بھی منقول نہیں۔ برعکس اس کے قبر پرستی کے خلاف بہت سی مرفوع حدیثیں موجود ہیں۔ جن کی سند مسلسل آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ انہی میں سے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ہے:-

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّزُوْرَ فَلْيَزُرْ وَلَا تَقُوْلُوْا هُجْرًا!

"میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کر دیا تھا، مگر اب اجازت ہے۔ پس جو کوئی قبروں کی زیارت کا ارادہ کرے، وہ جا سکتا ہے مگر بیہودہ باتیں نہ کہے۔"

صاحب مجالس الابرار لکھتے ہیں کہ "ہجر کے معنی یاوہ گوئی ہیں۔ اور وہ فرماتے ہیں:- کہ ان مشرکیہ افعال و اقوال سے بدتر کون سی یاوہ گوئی ہو گی۔ جو یہ لوگ قبروں کے پاس کرتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبر کے پاس نماز پڑھنے سے روکنا

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آثار ان بدعتوں کے رد میں اس قدر ہیں کہ ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو صحیح بخاری

Marfat.com

میں ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو ایک قبر کے نزدیک نماز پڑھتے دیکھا تو تیزی سے کہا:

اَلْقَبْرُ! — اَلْقَبْرُ!!

(قبر ہے قبر! یعنی قبر کے پاس نماز مت پڑھو)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا "القبر! القبر" فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ قبر کے قریب نماز پڑھنے سے بچنا چاہئے۔ اہل عرب کا قاعدہ ہے، جب کسی چیز سے ڈرانا ہو تو اس کا نام بار بار لیتے ہیں۔ تاکہ مخاطب اس سے جلدی بچ جائے۔ جیسے ایک شخص کو شیر کے قریب جب پہنچا ہوا دیکھتے ہیں، یا مہلک سانپ کے قریب پاتے ہیں تو کہتے ہیں "شیر! شیر!!" "سانپ! سانپ!!" تاکہ وہ بچ جائے حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبر کے قریب جا کر نماز پڑھنا اس وجہ سے نہیں تھا کہ وہ قبر کے قریب جائز سمجھ کر نماز پڑھتے تھے۔ غالب احتمال یہ ہے کہ انہیں قبر کا علم ہی نہ ہو یا انہوں نے دیکھی ہی نہ ہو۔ اور یہ بات صحیح معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قبر کے قریب نماز پڑھنے کی ممانعت سے خوب باخبر و واقف تھے۔ پس جونہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منع کیا، وہ نماز پڑھنے سے رک گئے۔

حدیث لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے صحیح حدیث مروی ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِیْ عِیْدًا فَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ۔

Marfat.com

"میری قبر کو عید گاہ نہ بناؤ۔ مجھ پر درود بھیجو۔ تم جہاں ہو گے۔ مجھے تمہارا درود پہنچ جائے گا"

غور کرو۔ جب گنبدِ خضرا کو عید گاہ (میلہ) بنانے سے روک دیا گیا، جو شرف اور فضیلت میں دنیا بھر کی قبروں سے افضل ہے، تو دوسری قبریں کس شمار میں ہیں۔ وہ تو اور زیادہ اس ممانعت کی اہل ہیں۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد تُصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ (تم جہاں چاہو درود بھیجو۔ مجھے تمہارا درود پہنچا دیا جائے گا) میں ایک لطیف اشارہ بھی ہے۔ کہ چونکہ درود پڑھنے کا ثواب قبر سے دور و نزدیک یکساں طور پر ملتا ہے۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو عید گاہ بنانے کی ضرورت نہیں۔ غرض قبروں کے عید گاہ بنانے میں بہت سی خرابیاں ہیں جن کی تفصیل اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

معجزات و کرامات کا فلسفہ

مذکورہ بالا احادیث و آثارِ مرویہ کو بغور و فکر دیکھنے سے ثابت ہو چکا ہے۔ کہ صراطِ مستقیم یہی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام اللہ تعالیٰ کے عاجز اور فرمانبردار بندے ہیں۔ زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔ اس کے کارخانہ میں کچھ دسترس نہیں رکھتے۔ رہے ان کے معجزات و کرامات۔ تو اُن کی حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کے غلبہ کے لئے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت اور اختیار سے اُن کے دخل کے بغیر بعض اوقات عادت کے خلاف بعض امور کا اظہار اُن کے ہاتھ سے فرما دیتا ہے۔ جس سے مقصود یہ ہوتا ہے، کہ لوگ اُن کی بات مان کر صراطِ مستقیم پر جو انہیں انعام کے طور پر نصیب ہوا ہے، چل سکیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کریں، جو انسان کی پیدائش کی اصلی غرض ہے پس جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ

Marfat.com

علیہم اجمعین کے طریق کو چھوڑ دیا۔ اور زید و بکر کے قول و فعل پر فریفتہ ہو کر کہنے لگے:۔

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (۳:۳۹)

"ہم صرف اس لئے انہیں پوجتے ہیں۔ کہ ہمیں خدا کا مقرب بنا دیں۔"

تو یہ لوگ بھی پہلی گمراہ اور باطل قوموں کی طرح غلط راہ پر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اور اہلِ ایمان کے درمیان جو اختلاف ہے، اس کا فیصلہ قیامت کے روز کرے گا۔

اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْمَا هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (۳۹:۵)۔

مشرک جماعتیں

مشرک جماعتوں کے حالات میں لکھا ہے۔ کہ ایک مشرک جماعت کا نام ثنویہ ہے۔ ان کا اعتقاد یہ ہے۔ کہ دنیا کے خدا دو ہیں۔ یزداں اور اہرمن۔

(۲) دوسری ستارہ پرست۔ ان کو صابی بھی کہتے ہیں۔

(۳) تیسری ہندو۔ ان کا خیال یہ ہے کہ مدبراتِ عالم مختلف روحانی وجود رکھتے ہیں، اور ان کو راضی رکھنے کے لئے ضروری ہے، کہ ان کی مورتیاں بنا کر پوجا کی جائے۔

(۴) اور چوتھی پیر پرست۔ اس جماعت کا کہنا یہ ہے۔ کہ جب کوئی خدا کا نیک بندہ اپنی ریاضت اور مجاہدہ کی وجہ سے مستجاب الدعوات اور مقبولِ خدا ہو جاتا ہے، تو مرنے کے بعد اس کی روح کو بہت سی قوت اور وسعت عطا ہو جاتی ہے۔ اگر اس بزرگ کے نشست و برخاست کے مقام پر یا اس کی قبر پر اس کا تصور باندھ کر عاجزی اور ذلت سے سجدہ کیا جائے تو بسبب قوت و وسعت مذکورہ کے اس بزرگ کی روح تصور کنندہ کے حال سے واقف ہو جاتی ہے، اور دنیا و آخرت میں اس کی شفاعت کرتی ہے۔

Marfat.com

پیر پرستی کی تردید

اس جماعت کے رد میں بے شمار آیات الٰہی اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں :۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئًا وَّ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ (۳۹:۴۳)

"کیا ان مشرک لوگوں نے خدا کے سوا دوسروں کو سفارشی قرار دے رکھا ہے۔ آپ کہہ دیجئے اگرچہ یہ کچھ بھی اختیار اور کچھ بھی عقل نہ رکھتے ہوں؟"

اور ارشاد ہے :۔

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِہِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ (۴۶:۵)

"اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ایسے معبود کو پکارتا ہے جو قیامت کے دن تک بھی اس کو جواب نہ دے سکے اور ان کو پکارنے کی بھی خبر نہ ہو؟"

سچ ہے۔ غیر اللہ کو پکارنے والے سے بڑھ کر دنیا میں کوئی گمراہ نہیں اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے۔ کہ جن غائب ارواح اور پوشیدہ اجسام کی دنیا میں پرستش ہو رہی ہے اور ان سے حاجت روائی کے لئے دعائیں کی جاتی ہیں، وہ ارواح و اجسام دعائیں مانگنے والوں کی دعاؤں سے بالکل غافل اور بے خبر ہیں۔ خواہ وہ انبیاء علیہم السلام کے ارواح و اجسام ہیں، یا اولیائے کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے۔ اور قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ انہیں بتلائے گا، اور وہ اپنے پکارنے والوں کی باتوں پر مطلع ہوں گے تو بجائے

Marfat.com

اس کے کہ وہ ان کی سفارش کریں، یا اُن پر خوش ہوں، اُلٹے اُن کی عبادت سے انکار کر دیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ (۴۶: ۶)

"اور جب تمام لوگ اکٹھے کئے جائیں گے، تو وہ اُن کے دشمن ہو جائیں گے اور اُن کی عبادت ہی کا انکار کر بیٹھیں گے۔"

دُعا ہی عبادت ہے

اس آیت سے معلوم ہو گیا کہ دُعا ہی عبادت ہے۔ پہلی آیت میں صرف دُعا کا ذکر تھا۔ اس میں دُعا کو عبادت سے بدل کر حقیقت واضح کر دی، کہ دُعا ہی عبادت ہے۔ چنانچہ اس کی تائید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے۔ فرمایا:۔

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ۔ (۴۰: ۶۳)

"اور تمہارے پروردگار نے فرمایا ہے کہ مجھ کو پکارو۔ میں تمہاری (درخواست) قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں، وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔"

حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ۔ (دُعا ہی عبادت ہے)

اور فرمایا:۔

اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ

"دُعا عبادت کا مغز اور اصل ہے"

Marfat.com

انبیاء یا اولیاء سے مدد چاہنا اُن کی عبادت کے برابر ہے

پس ثابت ہو گیا کہ اولیاء اللہ سے حاجت روائی چاہنا، اُن کو پکارنا، اور اُن کی قبروں پر فریاد کرنے کے لئے جانا اُن کی عبادت کے برابر ہے۔ اگرچہ یہ لوگ اپنے زعم میں ایسا نہیں سمجھتے اور کہتے ہیں کہ ہم تو صرف قبروں کی زیارت کرتے ہیں، ان کی عبادت نہیں کرتے۔

دراصل اُن کے ایسے عذرات لنگ سے حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ممانعت کی حکمت کا راز کھل جاتا ہے۔ کہ جن خرابیوں کے پیش نظر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے زیارت قبور سے بالکل روک دیا تھا۔ فرمایا:-

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوْهَا فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ

"میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے روک دیا تھا مگر اب اجازت دیتا ہوں۔ پس قبروں پر جایا کرو۔ کیونکہ اُن کی زیارت کرنے سے آخرت یاد آتی ہے"

حضورؐ کا مطلب یہ ہے کہ قبروں کی زیارت سے بہت سے فتنوں کا خیال کرتے ہوئے میں نے منع کر دیا تھا۔ لیکن ان کی زیارت میں ایک نفع بھی ہے اور وہ آخرت کا یاد آنا ہے۔ لہٰذا میں کہتا ہوں کہ زیارت کیا کرو۔ پس اس دینی نفع کے خیال سے قبروں کی زیارت مباح ہے۔ اور اس لحاظ سے مسلموں اور غیر مسلموں کی قبور پر جانے کا نفع برابر ہے۔ کیونکہ قبر کا دیکھنا بھی جنازے کو دیکھنے کی طرح موت کی یاد دلاتا ہے۔ اور یہ امر ثابت شدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تھے۔

چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت ہے:

زَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ أُمِّهٖ فَبَكٰى وَأَبْكٰى مَنْ

حَوْلَهٗ فَقَالَ اِسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ وَاسْتَاْذَنْتُ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاُذِنَ لِیْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّهَا تُذَکِّرُ الْمَوْتَ ؀

"رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی۔ تو حضورؐ خود بھی روئے۔ اور آپ کے ساتھی بھی رو پڑے۔ پھر فرمایا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ کے لئے بخشش مانگنے کی اجازت چاہی تھی۔ مگر نہ ملی۔ پھر میں نے قبر کی زیارت کے لئے درخواست کی تو منظور ہو گئی۔ پس تم قبروں کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ اُن کی زیارت کرنے سے موت یاد آتی ہے۔"

مُشرک کے لئے شفاعت نہیں

غور کرنے کا مقام ہے۔ کہ جب اللہ کے رسُول صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی والدہ کے لئے بخشش مانگنے کی اجازت نہ ملی، تو جو لوگ بزرگوں کی قبروں پر اس لئے جاتے ہیں کہ شرکیہ افعال کریں۔ بھلا وہ ایسا کر کے ان بزرگوں کی شفاعت کے سزاوار کیونکر ہو سکتے ہیں، جب کہ شرک مانعِ شفاعت ہے ؀

زیارتِ قبُور سے مقصود کیا ہونا چاہیئے؟

غرض معلوم ہو گیا۔ کہ جب زیارتِ قبور سے مقصد ذکرِ موت و آخرت ہے" تو موت و آخرت کو یاد کرنے، دُنیا سے بے رغبتی حاصل کرنے اور اہلِ قبور کے لئے بخشش مانگنے کی غرض سے اگر کوئی سُنت کے مطابق زیارت کے لئے چلا جائے تو کوئی حرج کی بات نہیں۔ اور جو لوگ اس کے برخلاف طلب حاجات اور ارتکاب منکرات کے لئے قوالی سُننے، مہ جبینوں کو دیکھنے اور سجدہ کرنے کی غرض سے

وہاں جاتے ہیں۔ ممکن ہے، ایسے زائرین لعنت کے سزاوار ہوجائیں۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض زائرین قبور پر لعنت بھی فرمائی ہے۔ ابوعیسیٰ ترمذی، امام احمد بن حنبل اور ابن ماجہ رحمہم اللہ اجمعین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّارَاتُ الْقُبُوْرِ۔

یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت کی

بعض علماء نے کہا ہے۔ کہ عورتوں پر قبروں کی زیارت اس لیے منع کی گئی ہے، کہ وہ نرم دل ہونے کی وجہ سے گریہ وبکا سے باز نہیں رہ سکتیں۔ اور بین کرنے لگتی ہیں۔ جو کہ حرام ہے۔ غرض وہی زیارت لعنت کا موجب ہوگی جس میں خلاف شرع امور کا ارتکاب ہوتا ہو۔ خواہ ایسا کرنے والی عورت ہو یا مرد۔ اور وہ زیارت جائز ومباح ہے جو مسنون طریقہ سے کی جائے۔ خواہ عورتیں کریں یا مرد۔ چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت سیدالشہداء حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالے عنہا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہا اور اپنے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کی۔

زیارت قبور کا مسنون طریقہ

اب ہم بیان کرتے ہیں۔ کہ قبروں کی زیارت میں کیا کرنا چاہیے۔ اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اس بارے میں کیا دستور رہا ہے۔ مشکوٰۃ باب زیارت القبور۔ پہلی فصل میں بحوالہ صحیح مسلم بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے مذکور ہے کہ:۔۔۔

Marfat.com

پہلی حدیث

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُهُمْ اِذَا خَرَجُوْا اِلَى الْمَقَابِرِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ اَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھایا کرتے تھے۔ کہ جب کسی قبرستان میں جائیں۔ تو یوں کہیں " سلامتی ہو تم پر اے مسلمانو! اللہ تعالے نے چاہا تو ہم بھی تم سے ملنے والے ہیں۔ ہم اپنے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے خیر و عافیت مانگتے ہیں۔"

اسی باب کی دوسری فصل میں بحوالہ ترمذی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کے قبرستان سے گزرے تو قبروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا:۔

دوسری حدیث

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ ۔

" اے اہل قبور! تم پر سلامتی ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں بخش دے۔ تم ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم تمہارے پیچھے آرہے ہیں۔"

تیسری حدیث

اور تیسری فصل میں مسلم کی ایک روایت ہے، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

Marfat.com

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا۔ "میں اگر قبرستان میں جاؤں تو کیا کہوں؟ فرمایا۔ یوں کہا کرو:۔

اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ یَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاخِرِیْنَ وَ اِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ ۔

"سلامتی ہو مومنوں، اور مسلمانوں پر۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اگلوں اور پچھلوں پر رحم فرمائے، اور ہم بھی انشاءاللہ تم سے ملنے والے ہیں۔"

احادیثِ ثلاثہ کا خلاصہ

ان تمام احادیث سے صاف معلوم ہوا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک زیارتِ قبور سے مقصود صرف یہ تھا (۱) ذکرِ موت و یادِ آخرت۔ (۲) اپنے لئے اور اہلِ قبور کے لئے دعائے رحم و مغفرت تاکہ اہلِ قبور کو دعائے مغفرت سے فائدہ پہنچے، اور ہمیں بھی اس کارِ خیر سے اجر نصیب ہو۔ کیونکہ کسی کا اپنے لئے اور اپنے موتیٰ کے لئے دعائے مغفرت کرنا دونوں کے واسطے موجبِ ثواب ہے۔

لیکن اس کے برعکس جو لوگ نفع حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کے لئے قبروں کی زیارت کرتے ہیں اور بزرگوں کی روحوں کو جملہ احوال سے باخبر جان کر عاجزی و انکساری کے ساتھ ان سے دُعائیں کرتے ہیں، اور کہتے ہیں "ہماری فلاں حاجت پوری کرو"۔ یا کہتے ہیں "اللہ تعالے کے دربار میں عرض کرو تاکہ ہماری عقدہ کشائی ہو"۔ تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اور اہلِ بیتِ عظام رضی اللہ عنہم ان لوگوں کے اس فعل

دین سے بیزار ہیں ۔

فتنہ سے بچنے کا طریقہ

مسلمانوں کو چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے طریق کی پیروی کریں ۔ جن کے احوال و اقوال کو ہزارہا متقی اور متدین اہلِ علم نے جمع کیا ہے ۔ اور جن کی پیروی کے متعلق متعدد نصوصِ صحیحہ وارد ہیں ، اور زید و بکر کے پیچھے نہ جائیں ۔ جن کی پیروی کے لئے کوئی حکم نہیں آیا ۔ اور جن کے بے سروپا احوال و اقوال کی کوئی صحیح سند نہیں ملتی ۔

اِس فتنہ کے زمانہ میں یہ بھی لازم ہے کہ اپنے اور اپنے بزرگوں کے احوال کو حضور اور صحابہ کی سنت کے میزانِ عدل میں تول لیا جائے ۔ کیونکہ

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ (۱۱:۴۵)

"آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں ۔ ہاں جس پر وہ خود رحم کرے وہی بچ سکتا ہے"

اختلاف فتنہ ہے جس نے قوموں کو ہلاک کر دیا

بذریعہ وحی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظاہر ہو گیا تھا ۔ کہ "اختلاف اور تفریق کا سمندر میری اُمت کو بھی قوم نوح (علیہ السلام) کی طرح طوفانِ ضلالت و گمراہی میں غرق کر دے گا ۔ اور میری اور میرے اصحاب و عترت (رضی اللہ عنہم) کی سنت کی کشتی میں سوار ہونے کے بغیر کوئی صورت بچنے کی نہ ہوگی" ۔

چنانچہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا ہے ۔ کہ :-

أَلَا إِنَّ أَهْلَ بَيْتِيْ فِيْكُمْ مِثْلُ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ ۔

Marfat.com

"خبردار! میرے اہلبیت تمہارے لئے کشتی نوح کی مانند ہیں۔ جو شخص اس میں بیٹھ گیا بچ گیا۔ اور جس نے اس میں بیٹھنے سے پس و پیش کیا۔ وہ ضرور ہلاک ہوگا۔"

حدیث اہلبیت

بظاہر یہ حدیث صرف اہل بیت کے مناقب میں سے معلوم ہوتی ہے چنانچہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں اس کو اہل بیت ہی کے مناقب میں لائے ہیں۔ مگر معناً خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم بھی اس میں شامل ہیں۔ جیسا کہ صحاح میں عرباض بن ساریہؓ کی حدیث جو خلفائے اربعہ کے فضائل میں ہے۔ اور معناً اہل بیت اس میں شامل ہیں۔ حدیث یہ ہے:۔

مَنْ یَعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرَی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّۃِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ وَ اِیَّاکُمْ وَ مُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ۔

"جو شخص تم میں سے میرے بعد زندہ رہا وہ بہت سے اختلاف دیکھے گا۔ پس تم پر لازم ہے۔ کہ میری اور خلفائے راشدین کی سنت کو خوب مضبوط پکڑے رہو اور بدعات سے بچو۔ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔"

غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی متابعت تمام مسلمانوں کے لئے ہر زمانہ اور ہر مقام میں لازم و واجب ہے۔ اور یہ متابعت کسی شخص کی خاطر نہیں چھوڑی جا سکتی۔ کیونکہ وہ ملعون ہیں، جو دانستہ سنت نبوی صلعم کو ترک کرتے ہیں۔ ان سے پناہ مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے اور ایسے لوگوں کا اتباع کرنا بھی ٹھیک نہیں ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ

Marfat.com

حذیفہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
مَنْ عَمِلَ عَمَلاً لَیْسَ عَلَیْہِ اَمْرُنَا فَھُوَ رَدٌّ ۝

"جس نے ایسا عمل کیا جو ہمارے دین کے مطابق نہیں، وہ مردود ہے"۔ مطلب یہ ہے کہ اس کی پیروی نہیں کرنی چاہئے۔

جاننا چاہئے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی متابعت چھوڑ کر پیروں، فقیروں کی اطاعت کرنا ان کو معبود بنا لینے کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ کو احبار و رُہبان کا پرستار اسی بنا پر کہا۔ کہ وہ ان کا اسی قسم کا اتباع کرتے تھے۔ جب یہ آیت اُتری اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ۔ (ترجمہ:۔ یہود اور نصاریٰ نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے سوا رب بنا لیا) تو حضرت عدی بن حاتم رضہ نے پوچھا، (جو پہلے عیسائی تھے) "یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم! خدا نے اہل کتاب کو کس طرح احبار اور رہبان کا پرستار کہا۔ جبکہ وہ ان کی پرستش نہیں کرتے تھے"۔ آنحضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا جس چیز کو احبار و رہبان حلال کرتے تھے، اسے وہ حلال نہیں جانتے تھے۔ اور جس چیز کو وہ حرام کرتے تھے، وہ حرام نہیں جانتے تھے؟ حالانکہ ان کا حکم شریعت کے صریح مخالف ہوتا تھا"۔ حضرت عدیؓ نے کہا۔ "ہاں یا رسول اللہ! ایسا تو وہ کرتے تھے"۔ آپ نے فرمایا "تو یہی اُن کی پرستش ہے"۔

مقبولیتِ بارگاہِ الٰہی کی علامت

صراطِ مستقیم میں ابو العباس رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں، اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ جو شخص کسی کی ایسے کام میں اطاعت کرے جس کے متعلق اللہ تعالےٰ

کی طرف سے حلال، حرام یا وجوب و استحباب کا صریح حکم نازل نہیں ہوا۔ تو ایسے شخص کو بھی اس بدی سے ایک حصہ ملے گا جیسا اس بدعت کے بانی و موجد کو ملا۔

سُنن ابی داؤد اور جامع ترمذی میں، ثوبان رضی اللہ عنہ مولیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا :۔

اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِی الْاَئِمَّۃَ الْمُضِلِّیْنَ ۔

مجھے صرف اپنی اُمت کے گمراہ کن اماموں کا خوف ہے۔

صحیح مسلم میں ہے۔ آپ نے فرمایا :۔

یَکُوْنُ بَعْدِیْ اَئِمَّۃٌ لَا یَھْتَدُوْنَ بِھُدَایَ وَلَا یَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِیْ وَسَیَقُوْمُ فِیْھِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُھُمْ قُلُوْبُ الشَّیٰطِیْنِ

میرے پیچھے ایسے لوگ پیدا ہوں گے، جو نہ میری ہدایت پر عمل کریں گے، اور نہ میری سنت پر چلیں گے۔ ان میں سے ایسے لوگ بھی ہوں گے (ان کے پیشوا) جن کے دل شیطانوں جیسے ہوں گے۔

غرض کسی کام میں سنت کی پیروی کرنا اس کی مقبولیت کی علامت اور سنت کی خلاف ورزی کرنا اس کے مردود ہونے کی نشانی ہے۔ اور اس میں عالم و جاہل اور امیر و غریب سب برابر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے سالکانِ منزلِ عشق (الٰہی) کے لئے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ارشاد فرمایا ہے :۔

اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ (۳ : ۲۹)

"اگر تم واقعی اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو تمہیں چاہیئے کہ میری پیروی کرو۔ (اگر تم نے ایسا کیا، تو) اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اور تمہاری خطائیں بخش دے گا!"

Marfat.com

اس آیت سے معلوم ہوا، کہ خدا تعالےٰ کا محبوب ہونا، اور گناہوں کی مغفرت حاصل ہونا سُنّتِ نبوی صلعم کے اتباع کے بغیر ناممکن ہے حضور رسولِ مقبول صلعم کے ایک حکم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ خلفائے راشدین کا اتباع بھی حضورؐ ہی کے اتباع میں داخل ہے۔ اس لئے ہر مسلم پر فرض ہے کہ خصوصاً دینی امور میں وہی کام کرے۔ جو حضور صلعم اور صحابہ کرام نے کیا۔ اور وہ کام ہرگز نہ کرے جو انہوں نے نہیں کیا۔ تاکہ صحیح معنوں میں سنّت کا متبع ہو جائے۔

عقائد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے ساتھ مطابقت ضروری ہے

کسی شخص کا زندگی کے سارے اعمال و افعال میں سنت کا ایسا پابند ہو جانا کہ کوئی عمل بھی سُنّت کے خلاف نہ رہے، اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہے۔ ہاں اتنی بات ہر مسلمان کے لئے ضروریاتِ ایمان سے ہے۔ کہ عقائد میں حضور صلّے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے ساتھ پوری پوری موافقت رکھے۔ کیونکہ علماء محققین نے فرمایا ہے کہ اعمال کے لحاظ سے درجات و مراتب میں فرق ہو تو ہو عقائد کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔

معیارِ صحت

غرض گور پرستی و پیر پرستی کا مرض جو بزرگوں کے عقیدہ کے سراسر خلاف ہے۔ مناسب ہے کہ اس کا علاج قرآن مجید کی محکم آیات سے کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا فرمایا ہے۔ اور یہ بھی لازم ہے کہ عقائد باطلہ سے جو شیطان رجیم کی تعلیم کا نچوڑ ہیں بچتے رہیں۔ اور جو شخص ایسا نہیں

Marfat.com

کرے گا۔ وہ اپنے نفس پر ظلم کرے گا۔ جیسا کہ بدپرہیز بیمار اپنے نفس پر خود ظلم کرتا ہے۔

قرآن مجید کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ وَلَا يَزِيدُ الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا۔ (۱۷:۸۲)

"ہم نے جو کچھ قرآن میں نازل کیا ہے۔ وہ یقین کرنے والوں کے لئے روح کی، ساری بیماریوں کی شفا اور رحمت ہے۔ اور جو نافرمان ہیں، انہیں کچھ فائدہ ہونے والا نہیں۔ بجز اس کے کہ انکار و شقاوت کی وجہ سے زیادہ تباہ ہوں"۔

بالفاظ دیگر کلام پاک بمنزلہ مفید دوا و صالح غذا کے ہے۔ کہ جس سے صحیح مزاج لوگ تو مستفید ہوتے اور طاقتور ہو جاتے ہیں۔ مگر فاسد مزاج اور روحانی روگیوں کی خباثت اور زیادہ بڑھتی اور دنیا و آخرت میں خسارہ کا موجب ہوتی ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ:۔ ؎

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس

(بارش کی برکت میں تو کلام نہیں۔ مگر باغ میں اس سے گل و لالہ پیدا ہوتے ہیں، اور بنجر زمین میں گھاس پھوس۔)

اور اسی کے متعلق فرمایا:۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ۝ (۷:۵۸)

Marfat.com

" اور دیکھو اچھی زمین اپنے پروردگار کے حکم سے اچھی پیداوار نکالتی ہے لیکن جو نکمی ہے، اس سے بجز نکمی چیز کے کچھ پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح ہم حکمت عبرت کی نشانیاں اُن لوگوں کے لئے دُہراتے ہیں، جو خدا کی نعمتوں کے شکرگزار ہیں۔"

اور دوسری جگہ فرمایا:۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ط (۷:۴۳)

" جنتی کہیں گے ساری ستائش اللہ کے لئے ہے۔ جس نے ہمیں اس زندگی کی راہ دکھائی۔ ہم اس کی راہ کبھی نہ پا سکتے، اگر وہ ہماری رہنمائی نہ کرتا۔ بلاشبہ ہمارے پروردگار کے پیغمبر سچائی کا پیغام لے کر آئے تھے۔"

اور اس پر عمل کرنے والوں اور نہ کرنے والوں کے متعلق فرمایا کہ:۔

فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ (۴۲:۷)

" ایک فریق بہشت میں ہوگا، اور ایک دوزخ میں۔"

بابِ دوم

اسوۂ انبیاء کرام علیہم السّلام

اُسوۂ ابراہیم علیہ السّلام

پس جب یہ معلوم ہو گیا، کہ انبیاءِ کرام، صحابہ اور علماء کے ساتھ عقائد میں موافقت رکھنا ضروری ہے، تو یہ بات بھی یاد رکھنا چاہئے کہ انہوں نے اپنی حاجات وحمات میں کبھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسری طرف توجہ نہیں فرمائی۔ وہ ساری مخلوق کو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں بیچارہ و عاجز ہی سمجھتے رہے۔ اور اس کی نافرمانی سے بھاگ کر ہمیشہ اس کی رضا کی طرف دوڑنے کی کوشش فرماتے رہے؟

چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا اُسوۂ حسنہ ملاحظہ ہو جو جدِّ انبیاء اور تمام مسلمانوں کے ہادی و پیشوا ہیں۔ جب آپ کو آتش نمرود میں گرایا جا رہا تھا اور گوپیا سے گر کر فضاء آسمانی میں سے آگ کی طرف آ رہے تھے۔ تو آپ گویا اس وقت اپنے اس عملی نمونہ سے دو باتوں کی طرف راہ نمائی فرما رہے تھے۔ اوّل یہ کہ ایسے حالات میں ہر مسلم کو اسی طرح کرنا چاہئے۔ جس طرح آپ نے کیا۔ دوم یہ کہ آپ جیسا عمل صرف مقربانِ بارگاہِ الٰہی کو ہی نصیب ہو سکتا ہے

تاریخ اور تفسیر کی معتبر کتابوں میں لکھا ہے، کہ جب آپ اس حالت میں گر رہے تھے۔ تو حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے حاضر ہو کر پوچھا۔ کوئی حاجت ہو، تو فرمایئے! آپ نے فرمایا:۔ اَمَّا اِلَیْكَ حَاجَتِیْ فَلَا! اُدھر مجھے

آپ کی کوئی ضرورت نہیں) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا، تو پھر اللہ تعالیٰ ہی سے دعا فرمائیے۔ آپ نے فرمایا: **حَسْبِیْ عَنْ سُوَالِیْ عِلْمُہٗ بِحَالِیْ**

(دعا کی کیا ضرورت، وہ میرے حال سے واقف ہے)

آپ کے ان دونوں فرمانوں پر غور کرو۔ پہلے جملہ کی نحوی ترکیب کے لحاظ سے اصل عبارت یوں ہے: **مَهْمَا يُمْكِنُ مِنْ بَلَاءٍ فَلَا حَاجَةَ إِلَيْكَ** (کیسی ہی بلا نازل ہو مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں!) یہ جملہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ غیر اللہ کے سامنے حاجت پیش کرنا ناروا ہے۔ خواہ وہ خدا کا بھیجا ہوا رسول ہی کیوں نہ ہو۔

علمائے محققین نے کہا ہے۔ کہ یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے امتحانوں میں سے ایک امتحان تھا۔ خداوند تعالیٰ نے جس طرح آپ کو چند کلمات میں آزمایا تھا، اسی طرح اس معاملہ میں بھی آزمایا"۔ اور جبرائیل علیہ السلام کے آنے کی علت میں لکھا ہے۔ کہ جبرائیل علیہ السلام کو آپ کے حال زار پر رحم آیا۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی، کہ اگر حکم ہو تو ان کی امداد کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جاؤ پوچھو!

اس واقعہ کو ایک مثال سے سمجھنا چاہئے۔ کہ کوئی بادشاہ کسی شخص کو اپنے خزانے پر مقرر کرکے ہدایت کرے کہ میرے سوا کسی کو خزانہ کی چابی نہ دینا پھر خود ہی اس کی اطاعت کا امتحان لینے کے لئے اپنے ایک مقرب کو بھیج دے، کہ جاکر چابی طلب کرو۔ مگر یہ نہ کہنا، کہ بادشاہ نے چابی کے لئے مجھے تیرے پاس بھیجا ہے۔ اب اگر وہ بادشاہ کی ہدایت خاص کے مطابق اس کو بھی چابی نہ دے۔ تو بادشاہ جان لے گا کہ یہ شخص واقعی وفادار ملازم ہے

Marfat.com

اُسوۂ حضرت اسحاق علیہ السلام

لکھا ہے کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی خواہش تھی۔ کہ ان کے بعد اُن کا بڑا بیٹا عیص وارثِ نبوت قرار پائے۔ لیکن اس خواہش کی تکمیل کے لئے آپ نے اپنے والد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی رُوح سے کبھی امداد نہ چاہی۔ اور بحکم خداوندی کہ وہ اپنے بندوں پر غالب ہے: هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ، عیص کی بجائے یعقوب علیہ السلام نبی ہو گئے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ (اور اللہ جسے چاہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے)

اُسوۂ حضرت یعقوب علیہ السلام

حضرت یوسف علیہ السلام کے صدمۂ فراق میں جو حال حضرت یعقوب علیہ السلام کا ہوا مشہور خاص و عام ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ:

يَآ اَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ (۱۲: ۸۴)

"(حضرت یعقوبؑ چلا اُٹھے) آہ یوسف کا دردِ فراق! اور شدتِ غم سے روتے روتے آپ کی آنکھیں سفید ہو گئیں۔ اور سینہ غم سے لبریز تھا۔"

لیکن باوجود اس بے قراری کے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے آباء کرام کی ارواح سے جو سب کے سب نبی تھے اور ان کی ازواج مطہرات جو آپ کی مائیں اور امہات المومنین تھیں۔ کبھی مدد نہ چاہی۔ حالانکہ یہ سب آپ کے قریب ہی مدفون تھے۔ آپ نے بڑی سے بڑی تکلیف میں اگر کہا تو یہ کہا:

اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ (۱۲: ۸۶)

"میں تو اپنے رنج و غم کی شکایت صرف اللہ سے کرتا ہوں"!

اس آیہ میں اِنَّمَا کلمہ حصر ہے۔ اس کے لانے سے معلوم ہوتا ہے کہ استمداد تو کجا کبھی کسی سے اپنا حالِ دل بھی بیان نہیں کیا۔ چنانچہ آپ کا دوسرا قول ہمارے مطلب کی تائید کر رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ (۱۲: ۱۸)

"اور جو باتیں تم بیان کرتے ہو، ان میں اللہ ہی کی مدد درکار ہے۔

اُسوۂ حضرت یوسف علیہ السلام

آپ کو عزیزِ مصر کے گھر میں اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت نے ایک نہایت ہی اہم آزمائش سے بچایا۔ لیکن جب قید خانہ کی مصیبتیں جھیل رہے تھے کبھی اپنے والدِ ماجد کی رُوح سے مدد کے طالب نہ ہوئے۔ بلکہ اس کے بالعکس دوسرے قیدیوں کو بھی غیر اللہ کی عبادت سے ہٹا کر خالص ایک خدا کا قائل کر دیا۔ قرآن کریم میں آپ کا تبلیغی خطبہ مذکور ہے:۔

يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (۱۲: ۴۰)

"اے میرے جیل کے ساتھیو! کیا بہت سے رب بہتر ہیں یا ایک اللہ جو سب پر غالب ہے۔ تم اس کے سوا جن ہستیوں کی پوجا کرتے ہو، ان کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ محض چند نام ہیں، جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے

مقرر کر لیے ہیں - اللہ نے ان کے لئے کوئی سند نہیں اتاری - حکومت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے ، اور اس نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی غلامی نہ کرو - یہی اصل دین ہے - لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے "

صَاحِبَیِ السِّجْنِ کی تفسیر صوفیا کے نزدیک

صوفیائے کرام جو سنت کے سچے پیرو ہیں - اس آیہ کی تفسیر یوں فرماتے ہیں - کہ دو قیدیوں سے مراد دو قسم کے غلام ہیں - اول سیم و زر کے غلام - خدا ان پر لعنت کرے ، اور یہ امراء و سلاطین کا طبقہ ہے - اور دوسرے نفس نابکار کے غلام - وہ نفس جو ان کا شدید ترین دشمن ہے - اور ان کی مذمت خود ذات باری تعالےٰ نے فرمائی ہے :-

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَهٗ ھَوٰهُ (۲۲:۴۵)

کیا تو نے ایسے شخص کو دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہشات کو اپنا معبود بنایا

اور آنحضرتؐ کا ارشاد ہے :-

اَعْدٰی عَدُوِّكَ نَفْسُكَ الَّتِیْ بَیْنَ جَنْبَیْكَ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ

یعنی سب سے بڑا دشمن تیرا نفس ہے ، جو تیرے پہلو میں ہے (اور) اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی حاکم نہیں ؛

اور یہ تنبیہ ہے دونوں گروہوں کے لئے - آنحضرت صلعم نے فرمایا :-

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ

" دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے "

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ آخرت کا فرق ان کے لئے قید خانہ اور منزل ہے کے لئے جنت ہوگی ، تو مومن کو صرف اللہ تعالیٰ کی غلامی کرنی چاہیے - نہ سیم و زر کی ، اور نہ نفس کی ،

اُسوۂ حسنہ

جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کے ساتھ اکثر جنگیں پیش آئیں۔ اور دشمنوں کے ہاتھوں آپ نے بے شمار تکلیفیں اٹھائیں۔ خصوصاً مکی زندگی میں آپ سخت بے چارگی کی حالت میں تھے۔ لیکن باوجود اس کے آپ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ارواح سے کبھی مدد نہیں مانگی۔ حالانکہ وہ منصبِ ہدایت کے علمبردار ہونے کے ساتھ آپ کے جدِ امجد بھی تھے۔

ایک اعتراض کا جواب

اگر کوئی قبر پرست کہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قبر مکہ سے بہت دُور تھی، اس لئے آپ معذور تھے، تو اُسے کہنا چاہیئے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قبر تو قریب ہی حلیم کعبہ کے اندر تھی اور آپ کو اس کا علم بھی تھا، پھر کیوں نہ آپ نے اس پر کوئی چیز بطور نذر چڑھائی۔ حالانکہ اِن دنوں آپؐ حضرت خدیجہؓ کے مال کی وجہ سے خوشحال بھی تھے؛ تو اصل بات یہ ہے کہ آپ ایسے مظہرِ رُشد و ہدایت سے ایسے مشرکانہ افعال کا صادر ہونا ہی ممکن نہ تھا۔

واقعۂ معراج

معراج کے واقعہ میں آنحضرت صلعم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے دیکھا۔ مگر اس تمام واقعہ میں کہیں یہ ذکر نہیں آیا۔ کہ ان سے آپ نے کسی قسم کی مدد مانگی ہو۔ بلکہ اس کے برعکس سارے واقعہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جس کسی سے بھی ملاقات ہوئی، آپؐ کی طرف سے اُسی کو نفع پہنچا۔ چنانچہ

Marfat.com

بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی ارواح مقتدی ہوئیں، اور آپ ان کے امام بنے۔ نیز آپ کا ان کو پہلے سلام علیکم کہنا جو ایک قسم کی دعا ہے اسی غرض سے تھا۔ اور نیز بعض انبیاء کا آپ کو مرحبا بابن الصالح اور بعض کا مرحبا بالاخ الصالح کہنا اسی بات کی دلیل ہے۔ کہ ان کو آپ صلے اللہ علیہ وسلم سے نفع عظیم پہنچا۔ اسی لئے انہوں نے مرحبا کہا۔

دوسرے اعتراض کا جواب

اور یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث معراج میں مروی ہے:-

فَرَضَ اللّٰہُ عَلٰی اُمَّتِیْ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً فَرَجَعْتُ بِذٰلِکَ حَتّٰی مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی فَقَالَ مَا فَرَضَ اللّٰہُ لَکَ وَ عَلٰی اُمَّتِکَ قُلْتُ فَرَضَ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً قَالَ فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَاِنَّ اُمَّتَکَ لَا تُطِیْقُ ذٰلِکَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ شَطْرَھَا . . . . . . الخ

"اللہ تعالیٰ نے معراج میں میری امت پر ۵۰ نمازیں فرض کیں۔ میں لوٹا تو موسیٰ علیہ السلام ملے۔ انہوں نے پوچھا، آپ کے لئے اور آپ کی امت کے لئے کیا کچھ فرض کیا گیا ہے؟ میں نے کہا۔ ۵۰ نمازیں۔ موسیٰ علیہ السلام بولے۔ آپ اللہ کی طرف لوٹ جائیں اور تخفیف کرائیں۔ کیونکہ آپ کی امت سے اتنا بوجھ نہ اٹھایا جائے گا۔ چنانچہ میں پھر اللہ تعالےٰ کے پاس گیا، اور نصف معاف ہوگئیں" آخر حدیث تک۔

تو اس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے آپ کا مدد مانگنا نہیں پایا جاتا۔ بلکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ علم نہیں ہوا کہ آنحضرت صلعم کی امت پر کیا فرض ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو دریافت کرنا پڑا کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا؟ استمداد کی تو یہ صورت تھی کہ آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام

Marfat.com

کے پاس بالارادہ تشریف لاتے اور فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے میری اُمت پر اتنا بوجھ ڈال دیا۔ آپ اس میں تخفیف کے لئے سفارش کریں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس تشریف لے جاتے اور یہ تخفیف عمل میں آتی۔ مگر یہاں تو بات ہی اور ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں کہ مَرَرْتُ عَلٰی مُوسٰی کہ موسیٰ علیہ السلام پر میرا گذر ہُوا۔ ظاہر ہے کہ کسی پر گذر ہونا ایک اتفاقی بات ہے۔ جس میں قصد و عزم کو کوئی دخل نہیں۔ جیسا جاتے وقت گزر ہُوا، ویسا واپسی کے وقت بھی ہُوا۔

ایک اور اعتراض

اگر کوئی پیر پرست کہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو خود اللہ تعالیٰ کے رسُول تھے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ قرب اتم حاصل تھا۔ اس لئے آپ کو کسی واسطہ کی ضرورت نہ تھی۔ آپ بغیر کسی واسطہ کے اللہ تعالیٰ کی طرف خود متوجہ ہوتے تھے۔ مگر ہمیں بزرگوں کی ارواح کو واسطہ بنانے کی اس لئے ضرورت ہے کہ ہم پیغمبر اور رسُول نہیں ہیں۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

تو ان جاہلوں کو سمجھنا چاہیئے۔ کہ حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، حسنؓ اور دیگر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تو اللہ کے رسُول نہ تھے۔ اِس پر بھی اُنہوں نے مہمات دینی و دنیوی میں تمہاری مانند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے مدد نہیں چاہی۔

باب سوم

تذکرہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

اُسوۂ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

آنحضرت صلعم کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو سال سے زیادہ خلافت کی۔ اس مدت میں آپ کو کئی قسم کی تکلیفیں پیش آئیں۔ مگر کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ کہ آپ نے کسی بھی مصیبت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے مدد مانگی ہو۔ آپ ایسا شرکیہ فعل کیونکر کر سکتے تھے۔ آپ نے تو اس کے برعکس حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے موقعہ پر اپنی تقریر میں پیر پرستی کی ایسی تردید کی۔ کہ اس کی بیخ و بنیاد ہی ہمیشہ کے لئے اکھاڑ کے رکھ دی۔

واقعہ رحلتِ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم

چنانچہ لکھا ہے۔ کہ جب سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس صدمہ کے باعث اتنے حواس باختہ ہو گئے کہ کسی کو وفات کی خبر بیان کرنے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس وقت کسی دوسرے محلہ میں مقیم تھے، تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کو بلا بھیجا۔ آپ آئے اور حجرہ کے اندر تشریف لے گئے جہاں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مبارک تھا۔ تو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی

Marfat.com

پر بوسہ دے کر پڑھا :۔

إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ إِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (۳۹:۳۱)

"بیشک (اے نبیﷺ) آپ کو بھی مرنا ہے۔ اور ان (لوگوں) کو بھی مرنا ہے"۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تقریر

پھر مسجد نبوی میں تشریف لائے، اور کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش بیان کرنے کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی :۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ (۳:۱۴۴)

"اور محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اس کے سوا کیا ہیں۔ کہ اللہ کے رسول ہیں، اور ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول گزر چکے۔ جو اپنے اپنے وقتوں میں ظاہر ہوئے اور راہِ حق کی دعوت دے کر دنیا سے چلے گئے۔ پھر اگر ایسا ہو کہ وہ وفات پا جائیں یا قتل ہو جائیں تو کیا تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو کوئی پھر جائے گا، تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ خدا کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ اور جو لوگ شکر گزار ہیں۔ تو قریب ہے کہ خدا اُنہیں ان کا اجر عطا فرمائے"۔

اس آیت کے تلاوت کرنے سے آپ کی مُراد یہ تھی، کہ لوگوں کو ڈھارس دلایا جائے۔ تاکہ یہ لوگ اس حادثۂ عظیم کے سبب سے حواس باختہ ہو کر دین کی اقامت میں سست نہ ہو جائیں۔ پھر فرمایا :۔

اَيُّهَا النَّاسُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَقَدْ مَاتَ مُحَمَّدٌ وَاِنَّهٗ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَهُوَ حَيٌّ لَا

Marfat.com

یَمُوْتُ ؛

"لوگو! جو شخص حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا، وہ سُن لے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زندہ و قائم ہے۔ اور ہمیشہ رہے گا۔"

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اس تقریرِ بے نظیر کو سُن کر ہوش میں آئے۔ اور آپ کی تعریف کی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں، کہ یہ آیت سُن کر ایسا معلوم ہوا۔ گویا ہمارے سینوں سے محو ہو گئی تھی۔ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پڑھی تو یاد آگئی۔ اور ہمارے سینے روشن ہو گئے۔

اُسوۂ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۱

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اُسوۂ حسنہ بھی پیر پرستی و گور پرستی کی بنیاد اکھاڑ دینے والا، اور بزرگوں کی متروکہ اشیاء و تبرکات، کی تعظیم کو مٹا دینے والا ہے آپ نے ایک موقعہ پر اپنے ہمراہیوں سے فرمایا، جبکہ وہ ایک مقام پر نماز پڑھنے کے لئے لپک کر جا رہے تھے۔ جہاں ایک دفعہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اتفاقیہ طور پر نماز پڑھی تھی۔ کہ:-

اِنَّمَا هَلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّبِعُوْنَ اٰثَارَ الْاَنْبِيَاءِ فَاتَّخَذُوْهَا كَنَائِسَ وَبِيَعًا ؕ

"تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ کہ انبیاء علیہم السلام کے نشانات و تبرکات کے پیرو بن جاتے تھے، اور ان کو عبادت گاہ بنا لیتے تھے"

اُسوہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ

فتنۂ عظیم کا استیصال :-

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں خطبہ فرمانے کے وقت بپاس ادب منبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے پایہ کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔ جس پر سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیا کرتے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے عہد خلافت میں دو پائے چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ایک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دوسرا خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا۔ شیخین کا یہ عمل اتفاق اور عادت کے طور پر تھا۔ عبادت کے خیال سے نہ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد میں جرأت سے کام لیا۔ اور باوجود اپنی بے مثل مؤدب اور حیادار طبیعت کے پہلے ہی پایہ پر کھڑے ہوگئے۔ جس پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوتے تھے۔ بعض علماء نے اس کا یہ سبب بیان کیا ہے۔ کہ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی جائے قیام سے نیچے کوئی درجہ نہیں تھا اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ادب کو ملحوظ نہ رکھ سکے۔ اور آنحضرت کی قیام گاہ پر کھڑے ہو گئے تاکہ لوگوں کے ذہن سے مساوات معدوم نہ ہو جائے۔ لیکن محققین کا خیال ہے۔ کہ آپ نے یہ فعل اس لئے کیا تاکہ لوگ شیخین کے معمول کو بزرگوں کے موقف اور نشستگاہ کی تعظیم کے لئے حجت نہ بنالیں، اور شرک خفی اور پیر پرستی کے فتنہ کا دروازہ نہ کھل جائے۔ کیونکہ یہی وہ فتنہ ہے جو پہلوں میں تعظیم کے نام سے شروع ہوا۔ اور پچھلوں میں اتخاذ اربابا من دون اللہ تک پہنچ کر رہا۔ اور ضرور ہے کہ اُمت مرحومہ کے حق میں بھی اسی طرح ہو۔ کیونکہ

Marfat.com

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

وَاللّٰہِ لَتَرْکَبُنَّ سُنَنَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ

"بخدا تم وہی طریقے اختیار کروگے جو اگلوں نے کئے"

اور بعض روایتوں میں "شبراً شبراً" کا لفظ بھی آیا ہے۔ یعنی جتنا گناہ پہلی اُمتوں میں رواج پاگیا۔ تم میں بھی رواج پا جائے گا۔ الحمد للہ کہ اس فتنہ کا دروازہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اِس عمل سے بند ہوگیا۔

بزرگوں کو خلافِ شرع کاموں پر ٹوکنا۔

اسی طرح آپ کے عہد میں ایک دوسرا فتنہ بھی رفع ہوگیا۔ جو اس (فتنہ تعظیم) سے بھی زیادہ بڑا ہے۔ یعنی اپنے پیشواؤں کا حد سے زیادہ لحاظ کرنا اور جو کچھ وہ کریں یا کہیں، خواہ وہ شریعت کے خلاف ہو اسے واجب العمل سمجھ کر بجا لانا۔ حالانکہ یہی مطلب ہے خدا کے سوا دوسرے کو معبود ٹھیرانے کا جیسا کہ اُوپر ذکر ہوچکا ہے۔

ائمہ اربعہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبل رح، طحاوی، ابوبکر بن شیبہ اور ابن عبدالبر اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں۔ کہ

اِنَّ عُثْمَانَ صَلّٰی بِالنَّاسِ بِمِنًی اَرْبَعًا فَاَنْکَرَ النَّاسُ عَلَیْہِ فَقَالَ اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ تَاَھَّلْتُ بِمَکَّۃَ مُنْذُ قَدِمْتُ وَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنْ تَاَھَّلَ بِبَلْدَۃٍ فَلْیُصَلِّ صَلٰوۃَ الْمُقِیْمِ فِیْھَا۔

"حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے منیٰ میں لوگوں کے ہمراہ چار رکعت نماز پڑھی (حالانکہ مسافر ہونے کی وجہ سے صرف دو رکعت پڑھنی تھی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول بھی یہی تھا) لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ حضرت

Marfat.com

عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ وگوا نہیں نے مکہ میں آکر شادی کرلی ہے۔ اور میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ جو شخص کسی شہر میں اہل بنالے۔ اس کو چاہئے کہ اس شہر میں پوری نماز ادا کرے۔

یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔ کہ منیٰ میں دوگانہ پڑھا کرتے تھے۔ مگر جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ سے حج کے لئے مکہ تشریف لائے۔ تو آپ نے منیٰ میں دو کی بجائے چار رکعت نماز پڑھی۔ اور ہر چند کہ دو رکعت چار رکعت میں داخل ہیں۔ مگر پھر بھی آپ کا یہ فعل خلاف سنت دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ پر اعتراض کیا۔ اور جب تک آپ سے معقول جواب نہ سُن لیا، خاموش نہ ہوئے۔ حالانکہ آپ اُس وقت مسلمانوں کے خلیفہ اور امام و پیشوا تھے۔ آپ نے فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تشریف لاتے تھے۔ تو آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی حالت مسافرانہ ہوتی تھی۔ اس لئے آپ دوگانہ پڑھا کرتے تھے۔ مگر میری حالت آپ مختلف ہے۔ میں یہاں مقیم ہوں۔ بات یہ تھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آتے ہی مکہ شریف میں ایک عورت سے شادی کرلی۔ اس لئے آپ کی حالت اس وقت مکہ شریف میں مقیم کی سی ہوگئی۔ اور ایسی صورت میں علماء کا فیصلہ ہے کہ پوری نماز پڑھنا واجب ہے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ پیشواؤں کے ایسے احکام و اعمال پر اعتراض نہ کرنا جو سُنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہوں۔ اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے طریقے کے خلاف ہے۔

اور پیرستوں کا یہ کہنا کہ "حضرت صاحب" جو کچھ فرمائیں، اسے بلا تامل ماننا ضروری ہے۔ اور اس پر ایسے ایسے شعر پڑھنا بالکل لغو اور بیہودہ ہے

اگر شہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پرویں

ترجمہ :۔ اگر شاہ دن کو رات کہے تو کہنا چاہیے کہ ہاں رات ہے، وہ چاند اور ستارے وہ نظر آرہے ہیں ۔

اُسوۂ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے

منع کرنے کا حق چھوٹوں کو بھی حاصل ہے :۔

اس کی تائید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک واقعہ سے بھی ہوتی ہے اور اس واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے عین مطابق قرآن مجید کی آیات بھی نازل ہوئیں ۔ واقعہ یہ ہے کہ مشہور منافق عبداللہ بن ابی جب مر گیا ۔ تو اس کا بیٹا جو رسول اللہ صلعم کا صحابی اور مخلص مومن تھا ۔ خدمت نبی صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا ۔ اور عرض کیا ، کہ حضور ! میرے باپ کی قبر پر تشریف لے چلیے ۔ اور اس کی مغفرت کے لئے دعا فرمایئے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی دلداری کے لئے تشریف لے گئے ۔ اور اس کی قبر پر کھڑے ہو کر دعا بھی کرنی چاہی ۔ مگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر پکڑ لی ، اور کہا ۔ یا رسول اللہ ! آپ ایک منافق کی قبر پر کھڑے نہ ہوجئے ۔ اور نہ دعا فرمایئے کیونکہ وہ خدا اور اس کے رسول کا دشمن تھا ۔ چنانچہ یہ آیت اُتری :۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ (۹ : ۸۵)

" اور ان منافقین میں سے کوئی مر جائے ، تو اس کے جنازہ پر کبھی نماز نہ پڑھیے اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہو جئے ۔ کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے ۔ اور بحالت فسق و فجور ہی میں مرے ہیں ۔"

Marfat.com

تو جب حضرت عمرؓ کو منع کرنے کا حق حاصل تھا۔ جو آپ سے رتبہ میں کہیں کمتر تھے۔ اور آپ کی اِس جرأت پر حضور ناراض بھی نہیں ہوئے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی بھی آیت کے نازل ہوتے سے ثابت ہوتی ہے۔ اُس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ منع کرنے کا حق چھوٹوں کو بھی حاصل ہے، اور بزرگوں کا ادب کرنے میں حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔ اور نہ ان کے اتباع کو پیغمبر کی سنّت پر ترجیح دینی چاہیئے۔ یہی بات صحیح ایمان کی نشانی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَ يَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (۴: ۱۱۶)

اور جو شخص ہدایت کے ظاہر ہو جانے کے بعد رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کرے گا، اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے پر لگے گا۔ تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے، اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے۔

اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مندرجہ ذیل قول کا بھی یہی مطلب ہے:۔

اُنْظُرْ اِلٰى مَا قَالَ وَ لَا تَنْظُرْ اِلٰى مَنْ قَالَ

جو بات کہی گئی ہے اس کو دیکھو، کہنے والے کی طرف مت دیکھو کہ کون ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول ایسی مکمل نصیحت ہے کہ ہمیشہ کام آنے والی ہے۔ جن لوگوں کا عمل اس کے خلاف ہوگا، وُہ دجّال کے عہد میں اُس کی کرشمہ سازیوں اور شعبدہ بازیوں کی پہلی ہی جھلک میں گمراہ ہو جائیں گے۔ اور جہنم کی راہ کو جنّت کی راہ سمجھ کر اُس کے پیروؤں میں داخل ہو جائیں گے۔ لیکن جو لوگ اِس کو پیشِ نظر رکھیں گے، وُہ اس کے فریب

Marfat.com

سے محفوظ رہیں گے ؛

خیر الناس کا قصہ

صحیحین میں دجال کے ذکر میں آتا ہے ۔ کہ جب وہ مدینہ کے قریب ایک بنجر زمین میں پہنچے گا ۔ تو ایک شخص اس کے پاس آئے گا جس کی نسبت حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ کہ :۔

وَهُوَ خَيْرُ النَّاسِ اَوْ مِنْ خَيْرِ النَّاسِ

وہ سب لوگوں سے اچھا ہوگا ، یا اچھے لوگوں میں سے ہوگا ۔

اور کہے گا کہ " میں گواہی دیتا ہوں ۔ اور اعلان کرتا ہوں کہ تو ہی وہ دجال ہے جس کی نسبت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی تھی ۔

دجال حاضرین سے کہے گا " اگر میں اس شخص کو قتل کرکے پھر زندہ کر دوں ۔ تو کیا میری خدائی میں کچھ شک ہے ؟ اس کی جماعت کے لوگ کہیں گے " نہیں " تو دجال اس کو قتل کر کے زندہ کر دے گا ۔ مگر وہ شخص پھر بھی یہی کہے گا ۔ کہ اب تو مجھے پورا یقین ہو گیا ۔ کہ تو واقعی دجال موعود ہے ۔ کیونکہ اس قصہ کی خبر بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشگوئی میں دی ہوئی ہے " پھر دجال اس کو قتل کرنے کی دوبارہ کوشش کرے گا ۔ مگر نہ کر سکے گا ؛

الحمد للہ کہ ایمان کا انحصار کسی کے خوارق عادات پر نہیں رکھا گیا ۔ اگر ایسا ہوتا ، تو کوئی شخص بھی دجال کے عہد میں کفر سے نہ بچ سکتا ۔

حاصل یہ ہے کہ اس وقت ہم پر بھی یہی لازم ہے ۔ کہ کسی شخص کا قول ہو اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قول کے موافق ہو تو مانیں ۔ ورنہ رد کر دیں اسے ہرگز عمل اور حجت کے قابل نہ سمجھیں ؛

بابِ چہارم

ذکرِ مشائخ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

مشائخ کا فعل حجت نہیں ہوتا

شیخ الاسلام نصیر الدین محمود قدس سرہٗ جو چراغ دہلی کے نام سے مشہور ہیں۔ سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے خلیفہ تھے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ مشائخ کا کوئی فعل حجت نہیں ہوتا۔ بعض لوگوں نے آپ کے اس قول پر حضرت سلطان المشائخ کے سامنے اعتراض کیا، تو سلطان المشائخ نے فرمایا کہ نصیر الدین محمود صحیح کہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی تعظیم کو مخلوق کی تعظیم پر مقدم رکھنا چاہیئے

سیر المشائخ میں لکھا ہے۔ کہ ایک دن شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نماز کے لئے اپنی نشستگاہ سے باہر تشریف لائے آپ کے کچھ مرید وضو کر رہے تھے۔ جب آپ کو آتے دیکھا تو وضو چھوڑ دیا اور تعظیم کے لئے آپ کی طرف بھاگے۔ مگر ایک شخص وضو کرتا رہا اور فراغت پاکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور سلام عرض کیا۔ حضرت شیخ نے اس کی یہ ادا پسند کرتے ہوئے فرمایا "بھائی! تم نے بہت اچھا کیا۔ کہ خدا کی تعظیم کو مخلوق کی تعظیم پر مقدم رکھا" لوگوں کی نصیحت کے لئے شیخ الشیوخ

Marfat.com

کا یہ قول کافی ہے۔

آنحضرتؐ کا اس بارے میں اُسوۂ حسنہ

اس سے بھی بڑھ کر ایک واقعہ حدیث میں آتا ہے۔ کہ کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے یمن سے آئے۔ ابھی اونٹوں پر ہی تھے۔ کہ چہرۂ انور (صلے اللہ علیہ وسلم) دیکھ لیا۔ سب کے سب اونٹوں سے نیچے کود پڑے۔ اور بھاگ کر خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے۔ مگر ان میں ایک شخص تھا۔ جو پہلے مسجد (نبوی) میں گیا۔ دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) ادا کی اور اس کے بعد حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر سب سے زیادہ خوشی اور شفقت کا اظہار کیا۔ اور فرمایا:-

اِنَّ فِیْكَ لَخَصْلَتَیْنِ یُحِبُّهُمَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَلْحِلْمُ وَالْاَنَاةُ۔

یعنی دو باتیں تمہارے اندر ایسی اچھی ہیں جن کو اللہ اور اس کا رسول پسند کرتے ہیں۔ یعنی تحمل اور سنجیدگی۔

اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں۔ جو صحابۂ کرام تابعین عظام، اور مشائخ کرام کے حالات میں ملتے ہیں۔

علم کی فضیلت

اصل میں ساری مصیبت جہالت اور بے خبری کی وجہ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ

Marfat.com

اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ (۳۹: ۱۳)

"کیا ارباب علم اور جاہل لوگ برابر ہو سکتے ہیں۔ یقیناً وہی لوگ نصیحت اندوز ہوتے ہیں، جو اہلِ عقل ہیں۔"

حدیث شریف میں ہے۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماہ رجب کی ایک رات مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا۔ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بار بار یہ آیت پڑھ کر رو رہے ہیں۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی اسی آیت پر رو رہے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ (۹: ۱۲)

اللہ تعالےٰ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں خرید لئے ہیں!

تو یہ خشیت کی دولت اللہ تعالےٰ نے ان کو علم کی بدولت ہی عطا فرمائی تھی۔ اور علم ہی وہ نعمت ہے جس کی ترقی کے لئے اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ دُعا تلقین فرمائی۔ حالانکہ حضور کو سارے جہان کے عالموں سے بڑھ کر علم حاصل تھا:۔

قُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا (۲۰: ۱۱۴)

کہو۔ اے میرے پروردگار! میرا علم بڑھا۔

اور حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ

علم حاصل کرنا ہر مسلم مرد و عورت پر فرض ہے۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا؛ ؎

چو شمع از پئے علم باید گداخت
کہ بے علم نتواں خدا را شناخت

"حصولِ علم کی راہ میں شمع کی طرح اپنی ہستی فنا کر دینی چاہئے۔ کیونکہ بے علم تو خدا کو بھی نہیں پہچان سکتا۔"

مگر جاہل صوفی جن کے متعلق بجا طور پر کہا گیا ہے ؎

مَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَتَزَنْدَقَ

کہ جو شخص تصوف اختیار کرتا ہے۔ بجائیکہ اسے سمجھ نہیں تو وہ بے دین ہو جاتا ہے

مندرجہ بالا آیت اور حدیث کے معانی اُلٹ کر یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ علم ہی دُوسرا ہے۔ جو سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔ ان لٹیروں نے اس فریب سے کئی لوگوں کو لوٹا۔ اور ایسا برباد کیا کہ معرفت الٰہی کی راہ اور صراط مستقیم ان پر ہمیشہ کے لئے گم ہو گئی۔ اللہ تعالےٰ ایسے وسوسہ اندازوں کے شر سے بچائے۔ جو لوگوں کے سینوں میں شیطان کی طرح وسوسہ اندازی کرتے رہتے ہیں۔

یہ بدبخت علم جیسی نعمت کو جسے حاصل کرنا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان پر فرض قرار دیا ہے، دماغ سوزی قرار دیتے ہیں۔ اور ذومعنی اشعار سنا سنا کر لوگوں کو گمراہ کرتے اور آیات و احادیث کے معانی اور بزرگوں کے اقوال کا مفہوم اُلٹ اُلٹ کر جاہلوں کے ایمان لوٹتے رہتے ہیں۔ مثلاً اس قسم کے اشعار پڑھتے ہیں :-

علم حق در علم صوفی گم شود
ایں سخن کے باور مردم شود

"اللہ کا علم صوفی کے علم میں گم ہو جاتا ہے۔ مگر لوگ اس حقیقت کو نہیں مانتے۔"

یہ تو فارسی بولنے والوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے۔ اور جو ان میں

Marfat.com

سے عربی جانتے ہیں، وہ عربی عبارتیں اپنے مدعا کی تائید میں پیش کر دیتے ہیں۔ تاکہ بے فہم اور جاہل مخاطب اسے فرمودہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ کر ان کا مطیع و منقاد ہو جائے۔ مثلاً یہ من گھڑت حدیث کہ :-

اَلْعِلْمُ الْحِجَابُ الْاَکْبَرُ اَلْجَھْلُ عِنْدِیْ اَحَبُّ مِنَ الْعِلْمِ

علم بہت بڑا پردہ ہے، اور جہالت مجھے علم کی نسبت زیادہ پسندیدہ ہے۔

حاشا وکلا جو ایسے وہم میں ڈالنے والے کلمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہوں۔ یہ تو پچھلے صوفیوں کے من گھڑت اقوال ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ اَلْعِلْمُ الْحِجَابُ الْاَکْبَرُ میں اَلْعِلْمُ سے مراد خودی کا علم ہے۔ جو ایسا پردہ ہے جس کے باعث انوار الٰہی حاصل نہیں ہو سکتے۔ اَلْجَھْلُ عِنْدِیْ اَحَبُّ مِنَ الْعِلْمِ میں الجہل سے مراد وہ اقرار جہالت ہے، جو عارف کو حصول علم کے بعد حاصل ہوتا ہے، اور یہ جہالت ایسے علم سے بہتر ہے جس سے یہ نتیجہ حاصل نہ ہو۔

الغرض ان اقوال کو بدرجہ اتم اگر بزرگان دین کے اقوال بھی تسلیم کر لیا جائے۔ اگرچہ اس کا بھی کوئی ثبوت نہیں، جب بھی ان کے معانی یہی ہو سکتے ہیں، جو صوفیائے متاخرین نے بیان کئے۔ نہ وہ جو یہ گمراہ بیان کرتے ہیں :-

سلطان الاولیا، ابراہیم ادہم بلخی (رحمۃ اللہ علیہ) اجلہ مشائخ میں سے ہیں۔ آپ نے کئی سال علوم دین کی تحصیل اور ریاضت و مجاہدہ کی سعادت حاصل کرنے میں صرف کئے۔ آپ کی ایک رباعی ہے :-

هرگز دل من از علم محروم نشد | کم بود ز اسرار که مفهوم نشد
هفتاد و دو سال فکر کردم شب و روز | معلوم شد که هیچ معلوم نشد

ترجمہ:- میرا جی تحصیلِ علم سے کبھی محروم نہیں ہوا۔ پورے بہتر (۷۲) برس دن رات میں نے علم کی تحصیل کی - پھر بھی بہت سے ایسے اسرار ہیں - جو مجھ پر نہیں کھلے ، اور بالآخر مجھے یہی کہنا پڑا کہ ہمیں کچھ نہیں آتا ۔

آپ کا کلام گویا صحیح ترجمہ ہے اس قول کا کہ :-

مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ

(جیسا پہچاننے کا حق تھا - ہم نے تجھے ویسا نہیں پہچانا)

غور کرو - بزرگانِ دین کے کلام اور ان فریب کاروں کی بکواس میں کتنا فرق ہے - یہ بھیڑیئے تو اصل میں لوگوں کو پھاڑ کھانے کے لئے دُنیا کے جمعدار بنے پھرتے ہیں - اور شیخ سدو کی طرح جو حقیقت میں دین کے لئے سدِ راہ ہے ، تصرفات کا دعوےٰ کر کے ناجائز طور پر لوگوں کا مال ہڑپ کرتے رہتے ہیں - ؏

بہ بیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا!

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے - کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰى اِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمًا اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَاَضَلُّوْا ۔

"اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے چھین کر نہیں اٹھائے گا - بلکہ علماء حق کے اٹھ جانے سے علم خود بخود اٹھ جائے گا - یہاں تک کہ جب ایک بھی عالمِ ربانی باقی نہ رہے گا تو لوگ جاہلوں کو امام و پیشوا بنالیں گے - ان سے مسائل پوچھیں گے - وہ بغیر علم

کے فتوے دیں گے۔ پس خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔"

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِكَ مِنَ الضَّلَالِ وَنَسْئَلُكَ الْعِلْمَ فِيْهِ الْهِدَايَةُ

(الٰہی! ہم گمراہی سے تیری پناہ چاہتے ہیں، اور وہ علم طلب کرتے ہیں جس میں ہدایت ہو۔)

دین میں مبالغہ کرنا

قرآن مجید کی تعلیم سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ دین میں مبالغہ کرنا وہ فتنہ ہے، کہ جس نے اہل کتاب کو گمراہ کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو سمجھانے کے لئے بنی اسرائیل سے فرماتا ہے:۔

يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْا أَهْوَاءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ ۝ (۵:۱۰)

"اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں سچائی اور حقیقت کے خلاف غلو نہ کرو۔ اور اُس قوم کی خواہشات کی پیروی مت کرو، جو تم سے پہلے گمراہ ہو چکی، اور جس نے بہتوں کو گمراہ کر دیا۔ اور خود راہِ راست سے بھٹک گئی۔"

اِس آیت سے معلوم ہوا کہ نفسانی خواہشات کی پیروی کرنا گمراہی ہے۔ چاہے وہ خواہشات اپنی ہوں یا غیر کی۔ راہِ راست یہی ہے کہ دین میں حد سے تجاوز نہ کرے۔ مگر مسلمان اس فتنہ میں اسی طرح مبتلا ہو گئے ہیں جس طرح بنی اسرائیل مبتلا ہوئے تھے۔ اور علمائے حق کی نصیحتوں پر کان نہیں دھرتے، نہ گمراہی کے اسباب چھوڑتے اور نہ ہدایت کی راہ پر آتے ہیں حالانکہ آنحضرت صلعم نے علمائے حق کے متعلق فرمایا ہے:۔

عُلَمَاءُ اُمَّتِيْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ

Marfat.com

"میری اُمت کے علماء رحق انبیائے بنی اسرائیل کی مانند ہیں۔"

بنی اسرائیل میں بھی ایک جماعت کا ایسا ہی حال تھا۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے :۔

لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ (۵ : ۸۲)

"بنی اسرائیل میں سے جنہوں نے کفر کیا۔ وہ حضرت داؤد اور عیسیٰ ابن مریم علیہم السلام کی زبان سے لعنت کئے گئے۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور حد سے نکل گئے۔ ان کا معمول تھا۔ کہ ایک دوسرے کو برائیوں سے نہیں روکتے تھے۔ ان کا یہ فعل بیشک بہت بُرا تھا۔"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ارتکاب معاصی پر اصرار کرنا ہی اس بدنصیب گروہ کی تباہی کا باعث ہوا۔ جب ان کے دلوں میں بدیوں کی محبت جاگزیں ہو گئی۔ تو نوبت یہاں تک پہنچی کہ منکرات کو مباح جاننے لگے۔ اور جب انبیاء نے اس سے منع فرمایا۔ تو کھلم کھلا حکم عدولی کرنے لگے۔ اور خدا کی لعنت کے سزاوار ہوگئے۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے ان لوگوں پر لعنت فرمائی۔ جو ہفتہ کے روز جس میں شکار کھیلنا ممنوع تھا۔ حیلہ بازی کر کے مچھلیوں کا شکار کرتے تھے۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے اُن پر لعنت فرمائی جو خدا کے اُتارے ہوئے مائدہ (کھانے) میں سے جس کا ذخیرہ رکھنا ممنوع تھا۔ کچھ حصہ چرا کر امیروں کے پاس فروخت کر ڈالتے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے خلاف عمل کرنا اور حیلہ بازی سے ممنوع کو مباح بنا لینا خدا کی رحمت سے دُوری اور لعنت کا مستحق بنا دیتا ہے۔

Marfat.com

فقہاء کے نزدیک معصیت کو مباح جاننا بھی کفر ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے حق میں بدزبانی کرنا بھی کفر ہے۔

لوگوں کو گمراہ کرنے کے ڈھنگ

غرض یہ قبر پرست، پیر پرست، آثار پرست اور تصویر پرست وہ تمام چیزیں کرتے ہیں۔ جو پرانے یا نئے مشرک کرتے تھے یا کرتے ہیں۔ اور جب سمجھایا جائے تو اُنہی کا سا جواب دیتے ہیں۔ مثلاً جاہلوں سے کہتے ہیں۔ کہ پیر پرستی خدا کو مقبول ہے۔ اور تعلق باللہ کا واحد ذریعہ یہی ہے۔ مُلا لوگ یُونہی بکواس کرتے ہیں۔ ان کی باتیں قطعاً نہیں سُننی چاہئیں۔ صرف پیروں کے ارشادات کو دل میں جگہ دینی چاہیئے۔ حنفی، شافعی کے فضول جھگڑوں میں ہرگز نہیں پڑنا چاہیئے۔ کیونکہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ کہ اَلصُّوفِیُّ لَامَذْھَبَ لَہٗ۔ صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ یعنی وہ لامذہب ہوتا ہے۔ (حالانکہ یہ غلط ہے)۔

حضرت شیخ محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی تھے

ان کی تردید کے لئے واضح ہو کہ حضرت سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ حنبلی تھے۔ اور فتویٰ شافعی مذہب پر دیتے تھے۔ حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ شافعی تھے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ بھی شافعی تھے، اور خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ، خواجہ احمد لسوی رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ بہاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ نقشبند جو سلسلہ نقشبندیہ اور لسویہ سے تعلق رکھتے تھے سب حنفی تھے کوئی پوچھے، کہ یہ جو اپنے بزرگوں کو بدنام کرتے پھرتے ہیں، تو قیامت کے دن یہ کس جماعت میں سے اُٹھیں گے؟ بظاہر ان کے القاب دیکھو تو کوئی

Marfat.com

قادری کہلاتا ہے۔ کوئی چشتی، کوئی سہروردی بنتا ہے، کوئی نقشبندی ۔ یہ القاب تو علویہ ۔ جعفریہ ۔ قطبیہ ۔ افضیہ ۔ زیدیہ ۔ اثنا عشریہ اور مہدیہ جعفریہ، امامیہ وغیرہ کی طرح بالکل بے معنی اور جھوٹے ہیں۔ کیونکہ جن بزرگوں کی طرف یہ لوگ اپنی نسبت کرتے ہیں۔ ان کے عقاید و اعمال میں سے ایک چیز بھی ان کے پاس نہیں ۔ اوحدی نے سچ کہا ہے ؎

روحِ قرآں بر آسماں بُرّند — نقدِ تحقیق از میاں بُردند
در حقیقت بدستِ کورے چند — مصحفے ماند و کُہنہ کورے چند
کور باکس سخن نمے گوید — سرِّ قرآں کسے نمے گوید

ترجمہ:۔ قرآن کریم کی روح تو آسمان پر چلی گئی ۔ اور تحقیق کا مادہ بھی لوگوں سے جاتا رہا ۔ اب تو اصل میں چند اندھوں کے ہاتھوں میں قرآن کے اوراق ہیں، اور ان پر چند اعتراضات رہ گئے ہیں ۔ حقیقت بالکل مفقود ہو گئی ہے ۔ اب تو یہ حال ہے ۔ کہ دل کا اندھا نہ کسی سے پوچھتا ہے ۔ نہ خود قرآن کے معنی تلاش کرتا ہے ۔۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :۔

اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا وَّ لَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا (۲۰ : ۸۹)

"کیا یہ نہیں دیکھتے کہ وہ ان کی کسی بات کا جواب نہیں دیتا اور نہ ان کے نفع و نقصان کا کچھ اختیار رکھتا ہے۔"

حدیث شریف میں ہے :۔

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِكُ اَنْ یَّاْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا

Marfat.com

يَبْقَى مِنَ الْإِسْلَامِ إِلَّا اِسْمُهُ وَلَا يَبْقَى مِنَ الْقُرْآنِ إِلَّا رَسْمُهُ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى عُلَمَآءُهُمْ شَرٌّ مِّنْ تَحْتِ اَدِيْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ۔

"حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں پر ایک وقت آئے گا۔ جب اسلام کا صرف نام اور قرآن کی صرف رسم باقی رہ جائے گی۔ مسلمانوں کی مسجدیں عمدہ بنی ہوئی ہوں گی۔ مگر ہدایت کا نام ونشان تک ان میں نہ ہوگا۔ اس وقت کے علماء دنیا میں بدترین خلائق ہوں گے۔ انہی کی طرف سے فتنہ پیدا ہوگا، اور انہی کی طرف لوٹے گا"

ہاں بعض اللہ کے بندے آج بھی موجود ہیں، جو سُنّت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور طریق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ساتھ طریقت و معرفت کی راہ پر چل رہے ہیں۔ اگر ایسی ہستیوں کا وجود بھی ہم میں نہ ہوتا، تو اسلاف کی بزرگی و پارسائی بھی ان نام نہاد جاہل صوفیوں کی حرکات ناشائستہ کی وجہ سے مشتبہ ہو جاتی۔ جنہوں نے ان کے نام پر بٹہ لگایا، اور خلاف شرع باتیں ان کی طرف منسوب کر دیں۔

بُت پرستوں اور قبر پرستوں میں مشابہت

ان میں مشابہت کی چند باتیں یہ ہیں:۔

(۱) جس طرح بُت پرست اپنے بُتوں کو ریشمی لباس پہناتے ہیں، اسی طرح یہ اپنے بزرگوں کی قبروں پر ریشمی غلاف ڈالتے ہیں۔ ان سے پوچھنا

Marfat.com

چاہیئے۔ کہ اگر قبر پیر کی قائمقام ہے۔ جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔ تو جس طرح پیر کے لئے ریشم پہننا حرام تھا۔ اس کی قبر کے لئے بھی حرام ہوگا۔ اور اگر قبر پیر کی قائمقام نہیں، تو تمہارا اس سے مرادیں مانگنا صریح حماقت اور بُت پرستوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

(۲) جیسے بُت پرست حاجت روائی کے لئے بُتوں اور ان کے مجاوروں کے لئے نذریں مانتے ہیں، ویسے قبہ پرست بھی اپنی جملہ مہمات میں قبروں اور ان کے مجاوروں کے لئے نذر و نیاز ضروری سمجھتے ہیں۔

(۳) بُت پرستوں کی ایک یہ بھی عادت ہے۔ کہ ہر بت کی زیارت کے لئے ایک دن شمسی ماہ کے حساب سے مقرر کرتے ہیں۔ جس میں اکٹھے ہو کر پھول شیرینی، نقد، جنس و غلہ وغیرہ اس پر چڑھاتے ہیں۔ اور اُس کو سجدہ کرتے ہیں۔ اسی طرح پیر پرست بھی قبر کی زیارت کے لئے قمری ماہ کا ایک دن مقرر کرتے ہیں۔ جس میں نہ صرف اکٹھے ہو کر وہ سب کچھ کرتے ہیں جو مذکور ہوا بلکہ "پیر کا مجرا" کہہ کر ناچ و گانا بھی اس کی قبر پر کرتے ہیں۔ جو ایک کبیرہ گناہ ہے۔ اور جو قیامت کے دن ان کے بد اعمال میں محسوب ہوگا۔ افسوس اس جماعت نے لہو و لعب کو دین کی طرح محکم پکڑ رکھا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو کافر فرمایا ہے۔ جو دین کو لہو و لعب بنا لیتے ہیں۔ اور ان پر جنت کا آب و دانہ حرام کر دیا ہے۔ ارشاد ہے:-

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكَافِرِينَ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنْسَاهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَمَا كَانُوا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُونَ

(۷ : ۴۹)

"اللہ تعالےٰ نے جنت کا آب ودانہ کافروں پر حرام کر دیا۔ جنہوں نے اپنے دین کو لہو ولعب بنا رکھا تھا۔ اور جن کو دُنیوی زندگی نے دھوکے میں ڈال رکھا تھا۔ سو آج ہم بھی ان کو اسی طرح بھلا دیں گے جس طرح انہوں نے اپنے اس ملاقات کے دن کو بھلا دیا تھا، اور جس طرح ہمارے احکام کا انکار کرتے تھے"

(۴) بُت پرستوں کی یہ بھی عادت ہے، کہ مقررہ ایام میں اپنے بُتوں کو سجا کر باہر نکالتے ہیں۔ اسی طرح پیر پرست اور قبر پرست بھی جھوٹی قبروں کا تعزیہ بنا کر ایام عاشورہ میں ان کا جلوس نکالتے ہیں۔

(۵) بُت پرست اپنے بُتوں کے نام پر جھنڈے نصب کرتے، اور ان کو بُتوں کا قائم مقام سمجھ کر ادب سے اُٹھائے پھرتے ہیں، اسی طرح پیر پرست بھی رنگ برنگ کے جھنڈے مثلاً شاہ مدار، معین الدین چشتی، سالار مسعود غازی اور سخی سرور سلطان وغیرہ رحمہم اللہ کے نام کے جھنڈے مقررہ ایام میں اُٹھا کر پھرتے ہیں۔ اور گلی کوچوں میں گھما گھما کر ان کی قبروں پر گاڑ دیتے ہیں اور اس تمام کارروائی کو کارِ ثواب جانتے اور مشکلات کے حل کا ذریعہ سمجھ کر کرتے ہیں۔

بیرونی شہادت

بعض اہل علم باہر سے ہندوستان میں وارد ہوئے۔ اُنہوں نے یہ سب کارروائیاں بچشم خود ملاحظہ کیں۔ اُن کے حالات دیکھے، اور اُن کی باتیں سُنیں۔ اُن میں سے بعض نے لکھا ہے:۔

هٰؤُلَآءِ عَبَدَةُ الشُّيُوْخِ وَالْقُبُوْرِ يَقْتَدُوْنَ بِكَفَرَةِ الْهِنْدِ فِيْ عِبَادَةِ الْاَصْنَامِ۔

Marfat.com

"یہ لوگ بزرگوں اور قبروں کے پوجنے والے بت پرست کافروں کی پیروی کرتے ہیں۔"

حالانکہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے :۔

فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ۔ (۲۲:۲۱)

"پس بتوں کی ناپاکی، اور جھوٹ بولنے سے بچتے رہو۔"

(۶) آتش پرستوں اور بُت پرستوں کی یہ بھی عادت ہے کہ ہر سال بتوں کی عید مناتے اور عام مجمع کرتے ہیں۔ اُن کی مانند یہ لوگ بھی عید غم غدیر مناتے، بزرگوں کے عرس منعقد کرتے، مشرکین کی طرح عیش کرتے، لہو و لعب کی داد دیتے، اور شیطانوں کی خبیث ارواح کو خوش کرکے بزرگوں کی پاکیزہ روحوں کو رنجیدہ کرتے ہیں۔

ایک عابد کا واقعہ

چنانچہ ایک عابد کا واقعہ بعض معتبر لوگوں کی زبانی سُنا گیا ہے۔ کہ وہ خواجہ قطب الدین رح کے عرس پر آیا کرتے، اور ایک عالم دین کے ہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اُنہوں نے یہ دیکھ کر کہ ان کے میزبان (عالم صاحب) عرس میں شریک نہیں ہوتے۔ وجہ پوچھی، تو اُنہوں نے فرمایا: "ایام عرس میں قبر پر جانا کچھ ضروری نہیں۔ بلکہ ان دنوں نہ جانا ہی اچھا ہے، تاکہ اہل بدعت کے اجتماع کو رونق نہ پہنچے۔ اور آنحضرت صلعم کے ارشاد کی تعمیل بھی ہو جائے۔ کہ قبروں کو عید گاہ مت بناؤ۔"

اس گفتگو کے بعد عابد مذکور خواجہ رح کی قبر پر گئے، تو کشف میں دیکھا کہ خواجہ رح اپنے سر کو دونوں ہاتھوں سے تھامے کمر تک اپنی قبر سے باہر نکل آئے

Marfat.com

ہیں۔ اور لوگوں کی بھیڑ بھاڑ سے بیزاری ظاہر فرما رہے ہیں۔ اِس واقعہ کے بعد عابد صاحب نے بھی عرس میں شریک ہونا چھوڑ دیا۔ اور آنحضرت صلعم کی ہدایت پر عمل کر کے ثواب حاصل کیا +

علامہ ابوالعباس احمد رحمۃ اللہ علیہ مفتیٔ شام جو اپنے زمانے میں حجۃ الاسلام کے لقب سے مشہور تھے، اپنی تصنیف صراطِ مستقیم میں حدیث مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (کہ جس نے کسی قوم کی ریس کی وہ انہی میں سے ہے) کے تحت تحریر فرماتے ہیں کہ "اِس حدیث کی رو سے کفار کے ساتھ مطلق (ہر طرح کی) مشابہت حرام ثابت ہوتی ہے۔ اور اس کی تائید حضور صلعم کے اِس ارشاد سے بھی ہوتی ہے۔ کہ " خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ " (مشرکین کے خلاف کیا کرو) +

علامہ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں ایک باب باندھا ہے۔ " عیدوں میں کُفار کی رُسوم و عادات کی رِیس کرنا حرام ہے " اور اِس میں آیات، احادیث اور آثارِ صحابہ رضی اللہ عنہم سے دلائل دیتے ہوئے بڑے زور سے ثابت کیا ہے۔ کہ مسلمانوں کے لئے اپنی عیدوں اور رسم و رواج میں کُفار کی ریس کرنا حرام ہے۔ آگے چل کر دوسری حدیث :-

مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا نَزَعَ اللّٰهُ عَنْهُمْ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا۔

" جب کسی قوم نے بدعت ایجاد کی اللہ تعالیٰ اس کی مثل ایک سُنت اُن سے اُٹھا لیتا ہے "

کے تحت لکھتے ہیں۔ کہ " ایامِ عاشورہ کی بدعات جو شیعہ روافض میں پائی جاتی ہیں، تمام کفار کے ساتھ مشابہت رکھتی ہیں "

آگے لکھتے ہیں۔ کہ اہلِ عرب کے درمیان ایامِ جاہلیت میں ایک رسم

Marfat.com

تھی۔ وہ یہ کہ جبلِ رحمت میں صخرہ (ایک بڑی چٹان) کا طواف کرنا موجب ثواب سمجھتے تھے۔ اس کی مثل اب مسلمانوں میں قبروں کا طواف کرنے کی رسم ہے جو ہرگز اسلامی رسم نہیں ہے۔ اسلام کے نزدیک تو ایسے کاموں کے لئے اجتماع کرنا اور اکٹھے ہو کر قبروں کے پاس گانا بجانا منکرات میں داخل ہے۔

پھر لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے۔ کہ چلا چلا کر دُعا کرنا، اور دُعا میں حد سے زیادہ ہاتھوں کو بلند کرنا، اور قبروں پر ذکور و اناث کا اکٹھا ہونا بھی بدعت ہے۔

آگے چل کر اسی کتاب کی فصل "عید مکانی" میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"عید کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) عید مکانی (۲) عید زمانی۔ یعنی کسی مقام میں اکٹھے ہونا، یا کسی مقررہ روز جمع ہونا"

آگے لکھتے ہیں:۔

"کسی مقام پر جمع ہونا، کسی مقررہ روز جمع ہونے سے بدتر ہے۔ اس لئے کہ یہ بُت پرستی کے مشابہ یا کم از کم اس کا ذریعہ ہے۔ کیونکہ کسی مقام پر بُت پرست اس لئے جمع ہو جاتے ہیں۔ کہ اس مقام کے بُت کی خوشنودی حاصل ہو۔ اسی طرح قبہ پرستوں کا کسی جگہ جمع ہو جانا بھی اس لئے ہوتا ہے۔ کہ اس بزرگ کی خوشنودی حاصل ہو"

ایامِ جاہلیت کے بُت

"ایامِ جاہلیت میں لات، منات اور عزیٰ کے پاس اجتماع ہوتا تھا۔ اہلِ عرب کے یہ تین بڑے بُت تھے۔ لات اہلِ طائف کا بُت تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک یہ کسی نیک آدمی کا نام ہے جو حاجیوں

Marfat.com

کو ستو ملا یا کرتا تھا۔ جب مر گیا، تو لوگ اس کی قبر پر جمع ہونے لگے۔ آہستہ آہستہ اس کا بُت بنا لیا اور پرستش کرنے لگے۔ پھر اس پر عمارت بنائی گئی، اور اس کا نام بیت الربیہ رکھا گیا۔ سنہ ۹ ھ میں جب طائف فتح ہوا، تو آپ نے اس کو تڑوا دیا۔

دوسرا مناۃ مدینہ والوں کا بُت تھا۔ لوگ اسے دُنیا کا خدا کہا کرتے تھے، اور اس پر اپنی قربانیوں کا خون چڑھاتے تھے۔

تیسرا عزیٰ ایک درخت کا نام تھا، جس کے پاس لوگ قربانیاں کرتے تھے۔ آہستہ آہستہ اس درخت کی عزت ہونے لگی۔ اور آخر اسی نام کا ایک بُت بن گیا، اور اس کی پُوجا شروع ہو گئی۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضور صلعم کے حکم سے اس درخت کو کاٹ دیا اور اس بُت کو توڑ دیا۔"

اسی طرح ذات انواط ایک درخت تھا، جس پر کفار جنگ کے وقت ہتھیار لٹکایا کرتے تھے۔ مصنف موصوف اس درخت کے متعلق لکھتے ہیں :-

"جب درخت پر ہتھیار لٹکانے کو علمائے دین نے کُفار کے ساتھ بہت مشابہ قرار دیا، تو اس شخص کا کیا حال جو قبر پر قبہ بنائے۔ اس سے حصولِ برکت کی اُمید رکھے، اور مساجد کی بہ نسبت اس قبہ میں نماز اور ذکر و دُعا کو افضل جانے۔"

پھر لکھتے ہیں :- "سب سے بدتر فعل یہ ہے کہ یہ لوگ قبوں پر روشنی کرنے کے لئے تیل ڈالنے کی نذر مانتے ہیں۔ حالانکہ تمام فقہاء کے نزدیک ایسی نذر ماننا ناجائز ہے۔ چنانچہ فقہ کی کتابوں میں لکھا ہے، کہ ایسی نذر ماننے والے پر کفارہ لازم آتا ہے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی خیال ہے۔ اسی طرح ان کے دربانوں، مجاوروں، خادموں، اور معتکفین کے لئے نقد و جنس وغیرہ کی نذریں ماننا بھی ناجائز ہے۔"

Marfat.com

آگے لکھتے ہیں:۔

"جب ایسی نذریں مانی جاتی ہیں، تو یہ دربان بھی لات وعزیٰ کے دربانوں کی مانند ہو جاتے ہیں۔ جو لوگوں کا مال ناجائز طریق سے کھاتے اور اُن کو صراطِ مستقیم سے روکتے تھے۔ اور یہ مجاور اُن لوگوں کی مانند ہیں۔ جن سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ:۔

مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عَاكِفُوْنَ ۔

"مورتیاں ہیں کیا چیز جن پر تم صبح و شام بیٹھے رہتے ہو؟"

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی

اس کے بعد انبیاء اور صلحاء کی جھوٹی قبروں اور اُن کے قدموں کے جھوٹے نشانوں کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "یہ تمام بے سند اور جھوٹے قصے ہیں" آگے لکھتے ہیں "انہی میں سے ایک دمشق کی مسجد الکف ہے۔ جس میں ہتھیلی کی ایک تصویر ہے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ہتھیلی ہے" آگے لکھتے ہیں۔ کہ "آج جو قدم اور مقبرے بزرگوں کے نام سے مشہور ہیں۔ تمام اسی قسم کے بے اصل ہیں۔ ان کے چوکیداروں اور مجاوروں کو کچھ صدقہ دینا بھی حرام ہے"!

یہاں تک کفار کے ساتھ مشابہت کی چھ مثالیں ذکر ہوئیں۔

(۷) ہندو ہر سال کرشن جی کا یوم ولادت مناتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ بھی ہر سال ۱۲ رجب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یوم ولادت مناتے ہیں۔ مزید برآں مجوس کی طرح نوروز بھی مناتے ہیں۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ہر دن ہمارے لئے نوروز ہے۔

Marfat.com

(۸) ملاقات کے وقت ہندو سلام کی بجائے جے سیتا رام یا رام رام کہتے ہیں یہ لوگ بھی السلام علیکم کی بجائے "یاعلی مدد" کہتے ہیں۔

(۹) مشرک اقوام میں اگر بڑا آدمی مرجائے، تو میت کے ساتھ باجہ بجاتے ہیں۔ جاہل مسلمان اور پیر پرست بھی اسی طرح کرتے ہیں۔

(۱۰) مشرکین کی یہ بھی عادت ہے، کہ بت خانوں میں عبادت کے وقت گانا بجانا کرتے ہیں، اور ایسا کرنا اللہ تعالےٰ سے تقرب کا ذریعہ اور اُس کی رضامندی کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ قبر پرست بھی قبروں پر گانا بجانا کرتے ہیں اور قوالی وغیرہ ممنوع چیزیں باوضو ہو کر سُنتے ہیں۔

(۱۱) مشرکین کی یہ بھی عادت ہے۔ کہ بالکل برہنہ رہنے والے سادھوؤں کو بزرگ سمجھتے ہیں۔ اور ان کے ہاتھ سے بھنگ جیسی منشی چیز متبرک جان کر پی جاتے ہیں۔ اسی طرح پیر پرست، مجاوروں کے حکم سے بھنگ اور چرس کا استعمال شروع کر دیتے اور نماز پڑھنا ترک کر دیتے ہیں۔

(۱۲) مشرکین صبح کے وقت اپنے بزرگوں کا شجرۂ نسب وظیفہ کے طور پر پڑھتے ہیں۔ پیر پرست بھی ہر روز پیر کا نسب نامہ اہتمام و التزام کے ساتھ پڑھتے ہیں، اور اس کے بالمقابل فرض نماز کی پروا نہیں کرتے۔

(۱۳) مشرکین پانی پلانے والی جگہ کا نام جسے عرف عام میں سبیل کہا جاتا ہے اپنے بزرگوں کے نام پر رکھتے ہیں۔ پیر پرست بھی سبیل لگاتے ہیں۔ اور اسے سبیلِ امام حسین کہتے ہیں۔ اور اس فعل کو حضرت حسینؓ کی نذر گردانتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی دوسرے کے نام کی نذر ماننا قطعاً حرام ہے۔ کاش! اس کی بجائے یوں کرتے کہ فقیروں کو کھانا وغیرہ اللہ کی رضامندی کے لئے کھلاتے اور اس کا ثواب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

Marfat.com

وغیرہ کو پہنچا دیتے۔ تو ثواب بھی ہوتا اور شریعت کی پابندی بھی برقرار رہتی ۔

(۱۴) مشرکین کی یہ بھی عادت ہے۔ کہ بتوں کے نام پر جانور کھلا اور آزاد چھوڑ دیتے ہیں۔ پیر پرست بھی قبروں کے نام پر اسی طرح زندہ جانور بطورِ نذر و نیاز چڑھاتے ہیں ۔

(۱۵) بت خانہ کو مشرک ٹھاکردوارہ کہتے ہیں۔ اسی طرح یہ تعزیہ خانہ کو امام باڑہ کہتے ہیں ۔

(۱۶) مشرک اپنے بتوں کی نیاز کو متبرک سمجھتے اور خوشی سے کھاتے ہیں۔ اسی طرح شیعہ بھی حضرت امام حسینؓ کی نیاز کو متبرک سمجھتے اور خوشی سے کھاتے اور مزاروں کی نذر و نیاز کو شوق سے لیتے ہیں۔ اور اس شیرینی کو "مفرط" کہتے ہیں۔ اور اسے کمالِ ادب سے کھاتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اگر قربانی کا گوشت آجائے، جو فی الحقیقت متبرک ہے، تو اس کی اتنی پروا نہیں کرتے

(۱۷) ہندو اپنے بتوں کی پوجا پاٹ کے بعد ماتھے پر قشقہ لگاتے ہیں۔ قبر پرست بھی مجاوروں کے ہاتھ سے قبر کے غلاف کے ٹکڑے اپنے سر پر بندھواتے ہیں، اور غلاف کی خوشبو کو آنکھوں پر ملتے ہیں۔ اور پھر ایسے خوش ہو کر وہاں سے نکلتے ہیں جیسے بادشاہ کے دربار سے انعام پا کر خوش ہو کر نکلتے ہیں ۔

(۱۸) مشرکوں کی یہ بھی عادت ہے کہ بت خانہ کے خادموں کو خدا کے ہاں اپنا وکیل و شفیع سمجھتے ہیں۔ قبر پرست بھی قبروں کے مجاوروں کو ایسا ہی سمجھتے ہیں، اور ان کی ناراضگی سے ڈرتے ہیں ۔

نَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُورِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ

"اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے نفسوں کی کدورتوں اور بُرے عملوں کی بُرائی سے پناہ دے۔ اللہ تعالیٰ نے جسے ہدایت دی، اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اس نے گمراہ کر دیا، اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا"

مسلمانو! خبردار رہو۔ یہ سب آفتیں اس لئے ہیں۔ کہ لوگ شیطان کی کھلی ہوئی دشمنی سے بے خبر ہیں۔

حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک عجیب واقعہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کی آزمائش کے لئے شیطان کو تصرف کی قوت بھی بخشی ہے۔ اس کے ساتھ وہ ہمیشہ انسان کو گمراہ کرتا رہتا ہے سلف کے حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ منقول ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ مجھے ایک بے آب و گیاہ جنگل سے گزرنا پڑا۔ اتفاقاً ایک دن مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں پانی کی تلاش کرنے لگا۔ مگر نہ ملا۔ اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں، کہ آسمان پر ایک بادل کا ٹکڑا نمودار ہوا۔ جس سے پانی برسنے لگا۔ بارش ختم جانے کے بعد بادل میں سے ایک روشنی نکلی جو تمام آسمان پر پھیل گئی۔ اس روشنی میں سے ایک صورت نمودار ہوئی۔ جو کہنے لگی "اے عبدالقادر! میں تیرا پروردگار ہوں۔ تم پر وہ تمام چیزیں حلال کرتا ہوں، جو دوسروں پر حرام ہیں۔ اس لئے جو جی چاہے کھاؤ اور جو پسند ہو کرو۔ میں نے کہا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ اور استغفار پڑھنے لگا۔ فوراً وہ صورت غائب ہوگئی۔ اندھیرا چھا گیا۔ اور پھر آواز آئی۔ اے شیخ! تُو نے اپنے علم کے باعث نجات پائی۔ ورنہ میں اسی مقام پر ستر بزرگوں کو گمراہ کر چکا ہوں۔ چونکہ علم کا نتیجہ ہدایت ہے، جو خدا نے تجھے بخشی ہے۔ اس لئے

Marfat.com

تو متزلزل نہ ہوا" میں نے پڑھا۔ الحمدللہ! اور کہا " اے ملعون! علم کے سبب سے نہیں، محض اللہ تعالےٰ کے فضل وکرم سے نجات پائی ہے"۔

اِن الفاظ پر غور کرو۔ کہ آپ نے اس ابتلا میں ثابت قدم رہنے کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھا۔ پھر فرمایا " مجھے اپنی ذات پر کبھی بھروسہ نہیں ہوا۔ ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی رحمت پر بھروسہ رہا۔ جس طرح اُس نے اِس امتحان سے بچایا۔ آرزو ہے۔ کہ آخری منزل تک اس کا فضل شامل حال رہے"۔

شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو اخبارالاخیار میں لکھا ہے اور حضرت شیخ نے اپنی تصنیف فتوح الغیب میں بھی ذکر کیا ہے۔

شیطان کے مکروفریب سے غافل نہیں رہنا چاہیئے

مسلمانو! یاد رہے کہ بندوں کو گمراہ کرنے کے لئے اس سے بھی زیادہ تصرف کی قوت شیطان کو حاصل ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ شیطان کے فریب سے آخری دم تک غافل نہ رہیں، اور اللہ تعالےٰ کے امتحانوں میں ثابت قدم رہنے کے لئے اسی کے فضل کے طالب رہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ (پ ۹)

" خدا کی مخفی تدبیروں سے سوائے تباہ ہونے والوں کے کوئی بے پرواہ نہیں بنتا"

اور یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ جس شخص کو حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جیسا واقعہ پیش آجائے اور وہ کامیاب بھی ہو جائے، تو اس کو مغرور نہ ہونا چاہئے، اور یہ نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ اب سلوک کی تمام منزلیں طے کر چکا، اور وہاں پہنچ گیا ہوں، جہاں شیطان کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ جہاں حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ گمراہ ہو گئے، وہاں کسی کو اپنی ذات پر کیا اعتماد ہو سکتا ہے۔ ہاں نجات

Marfat.com

کی صرف یہ صورت ہے۔ کہ کتاب و سنت کا دامن نہ چھوڑے۔ جو چیز اس کے موافق ہو، اس کو قبول کرے، اور جو ناموافق ہو، اُسے رد کرتا رہے۔

واقعہ مذکور سے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی بھی تصدیق ہوتی ہے کہ ؎

بے علم نتواں خدا را شناخت

(جاہل خدا کو نہیں پہچان سکتا)

اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ علم فقہ پڑھنے کے بغیر اللہ تعالےٰ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی، نہ دین درست رہ سکتا ہے، اور نہ سلوک کی منزلیں طے ہو سکتی ہیں۔ اور فقیہہ نہیں بن سکتا، جب تک کہ قرآن کی تفسیر اور حدیث کا علم حاصل نہ کرے۔ چنانچہ کہا گیا ہے کہ ؎

علم دیں فقہ است و تفسیر و حدیث
ہر کہ گیرد غیر ازیں گردد خبیث

(دین کا علم فقط فقہ، تفسیر اور حدیث ہے۔ اس کے سوا جو کچھ پڑھے گا، خبیث ہو گا)

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن، حدیث اور فقہ سے جاہل رہنے کا انجام یہ ہوتا ہے، کہ آدمی شیطانی وساوس کا شکار ہو کر گمراہ ہو جاتا ہے۔ ہر وقت نفسانی خواہشات کی طرف دھیان رہتا ہے، اور شیطان کا آلۂ کار بن کر اپنے آپ کو لوگوں کا امام سمجھنے لگتا ہے۔

شیطان کے کمالات

لکھا ہے کہ ایک شیطان کا نام ابیض یعنی سفید شیطان ہے۔ اور یہی لوگوں کو مذکورہ بالا طریق سے گمراہ کرتا ہے۔ سورۃ النجم کے واقعہ میں مذکور ہے کہ ایک

Marfat.com

دفعہ آنحضرت صلعم یہ سورۃ مغرب کی نماز میں پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے:

اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰی وَمَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی

"کیا تم نے لات، عزیٰ اور تیسرے منات کو دیکھا کہ ان میں کچھ بھی طاقت ہے؟"

تو آپ پر کمال استغراق کی وجہ سے غنودگی سی طاری ہو گئی۔ اور اس شیطان نے آپ کی آواز میں آواز ملا کر یہ شعر پڑھ دیا:

تِلْکَ الْغَرَانِیْقُ الْعُلٰی وَاِنَّ شَفَاعَتَھُنَّ لَتُرْتَجٰی

کہ یہ بت بڑے بلند مرتبہ ہیں اور ان کی شفاعت کی یقینی طور پر توقع ہے

مشرکین اسے حضور صلعم کی آواز سمجھ کر بہت خوش ہوئے، اور مسلمانوں کے ساتھ سجدۂ تلاوت میں شریک ہو گئے۔ اور کہنے لگے "آج تو مسلمانوں کے پیغمبر نے ہمارے بتوں کی تعریف کر دی۔ شاید اب ہم میں موافقت ہو جائے۔"

محققین اہل سلوک نے کہا ہے۔ کہ اس شیطان کی منجملہ دیگر خصوصیات کے سب سے زیادہ خطرناک خصوصیت یہ ہے۔ کہ یہ ظلمت کو مصنوعی نور سے مشابہ کر دیتا ہے، اور معصیت و گنہگاری کو نور کی شکل میں طاعت مقبول کر کے دکھا دیتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کے متبع نار کو نور سمجھ لیتے اور دوسروں کو بھی اس کی اطاعت کی طرف دعوت دینے لگتے ہیں۔ لیکن پکے مومن بفحوائے آیت:

یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (۲۴:۱۰)

اللہ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔

شریعت کی راہ پر مضبوطی سے قائم رہنے کی وجہ سے اس کے فریبوں سے محفوظ رہتے ہیں۔ اور اس طرح اعلان کرتے ہیں:

یٰقَوْمِ مَالِیْٓ اَدْعُوْکُمْ اِلَی النَّجٰوۃِ وَتَدْعُوْنَنِیْٓ اِلَی النَّارِ
تَدْعُوْنَنِیْ لِاَکْفُرَ بِاللّٰہِ وَاُشْرِکَ بِہٖ مَا لَیْسَ لِیْ بِہٖ عِلْمٌ

Marfat.com

وَ اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ (۴۰ : ۴۱)

"اے میری قوم! یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نجات کی طرف دعوت دیتا ہوں اور تم مجھے آگ کی طرف بُلاتے ہو۔ تم دعوت دیتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ دوں، اور اس کے ساتھ دوسروں کو شریک کروں۔ جن کے شریک ہونے کی میرے پاس کوئی دلیل نہیں، اور میں تمہیں زبردست بخشنے والے خدا کی طرف دعوت دیتا ہوں۔"

مگر جاہل لوگ پھر بھی گمراہوں کی دعوت پر لبیک اور ان کے ہاتھ سے استدراج کا ظہور دیکھ کر ان کے دامِ فریب میں پھنس جاتے ہیں۔ ہاں وہ لوگ جنہوں نے دین کے مضبوط کڑے کو مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے تو وہ کسی وقت بھی شیطان کے پنجہ میں نہیں پھنستے اور ہر مقام پر اس کے شر سے محفوظ رہتے ہیں۔

ایک گمراہ کُن فقیر کا قصّہ

چنانچہ شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں شیخ عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ منڈوی کے حالات میں لکھا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا:-

"بعض اوقات فاسق اور بدعتی لوگوں کو بھی استدراجی قوت حاصل ہو جاتی ہے جس سے کہ عوام کے دل اپنی طرف کھینچ لیتے اور شریعت سے بے خبر لوگوں کو راہِ حق سے متزلزل کر دیتے ہیں۔" اس کے بعد اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں "کہ ایک دفعہ مجھے دکن جانے کا اتفاق ہوا۔ میں قاضی شہر عبدالعزیز نامی کے ہاں فروکش ہوا۔ قاضی صاحب سے میں نے ایک روز پوچھا۔ آپ کے شہر میں کوئی صالح فقیر منش آدمی ہو تو بتلائیں۔ میں ملنا چاہتا ہوں۔ قاضی صاحب نے فرمایا۔ ایک شخص ہے تو سہی۔ مگر ہیں اس کی خلافِ شرع حرکات کی وجہ سے

اُس سے خوش نہیں ہوں۔" بہر حال میں اُس فقیر کے پاس گیا۔ اور دیکھا کہ ایک بلند مقام پر بیٹھا ہے۔ اردگرد ذکوروانات کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ فقیر نے مجھے آتا دیکھ کر خوش آمدید کہا۔ شراب منگائی۔ پہلے خود پی۔ پھر مجھے دی۔ میں نے کہا۔ "میں نہیں پیوں گا۔ یہ حرام اور ممنوع ہے۔" اس نے کئی بار کہا۔ مگر میں انکار ہی کرتا رہا۔ آخر کہنے لگا۔ "تم نہیں پیتے، تو دیکھو، میں تمہارے ساتھ کیا کرتا ہوں۔" یہ سُن کر میں چلا آیا۔ اور کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کیا۔ رات کو جو سویا، تو خواب میں دیکھا۔ کہ ایک خوبصورت باغ ہے جس میں بے شمار میوہ دار درخت ہیں، اور نہریں بہ رہی ہیں۔ لیکن اس باغ کی راہ اِس قدر پُرخطر اور دشوار گزار ہے کہ وہاں تک پہنچنا سخت مشکل ہے۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں، کہ وُہی فقیر شراب کا پیالہ لئے ہوئے آن پہنچا، اور کہنے لگا۔ کہ اگر یہ شراب کا پیالہ پی لو۔ تو میں اِس باغ میں پہنچا دوں گا۔ میں نے پھر انکار کیا۔ مگر اس نے پھر اصرار کیا۔ اس کشمکش میں میری آنکھ کھُل گئی۔ میں نے لاحول پڑھا۔ اور کروٹ بدل کر سو گیا۔ لیکن پھر یہی واقعہ بار بار پیش آیا۔ جب آنکھ لگ جاتی، وہ سامنے آجاتا۔ پھر جاگ پڑتا، اور لاحول پڑھتا آخر جب کئی مرتبہ یہ صورت پیش آئی۔ تو میں تنگ آ کر اُٹھ بیٹھا۔ وضو کیا نوافل پڑھے درود شریف پڑھا، اور دُعا مانگ کر پھر سو گیا۔ اب کے جو سویا، تو خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت نبی کریم صلعم کا دربار ہے۔ اور آپ صلعم کے ہاتھ میں ایک لمبی سی لکڑی ہے۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ وہ بدبخت بھی آنکلا، اور لگا مجھ سے وہی حرکت پھر کرنے۔ اتنے میں آنحضرت صلعم نے اُس کی طرف لکڑی پھینکی۔ لکڑی لگتے ہی وُہ کُتے کی صورت بن کر بھاگ گیا۔ اور آنحضرت صلعم نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "دیکھو وُہ بھاگ گیا ہے۔ اب اِس شہر میں نہیں رہے گا۔" اس کے

بعد میری آنکھ کھلی، تو صبح کا وقت تھا۔ نماز پڑھ کر میں اُس کے مقام پر گیا۔ تو دیکھا کہ واقعی وہاں موجود نہیں ہے۔ اور چند لوگ بیٹھے کہہ رہے ہیں۔ خدا جانے اُسے کیا ہوا۔ کہ اپنا مکان گرا کر کہیں بھاگ گیا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت

خواب یا استغراقِ مثلِ خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا بلاشبہ انسان کے دل کو منور کرنے والی چیز ہے۔ لیکن وساوسِ شیطانی کی وجہ سے محققینِ اہلِ سلوک رحمہم اللہ نے اس کے لئے بہت سی شرائط مقرر کر دی ہیں اور لکھا ہے۔ کہ صرف وہ زیارت معتبر اور صحیح ہے جس میں آپ کی آخری شکل نظر آئے۔ جبکہ قریباً بیس بال سر اور داڑھی میں سفید ہو چکے تھے۔

مشکوٰۃ (کتاب الرؤیا) میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاٰنِیْ فَاِنَّ الشَّیْطٰنَ لَا یَتَمَثَّلُ فِیْ صُوْرَتِیْ ط

"جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اُسے یقین رکھنا چاہیے، کہ مجھی کو دیکھا، کیونکہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔

اور

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ

جس نے مجھے دیکھا بلاشبہ اس نے سچ مچ مجھی کو دیکھا۔

حضرت شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلعم کے اِن ارشادات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ جس شخص نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، اُس نے واقعی آپ ہی کو دیکھا۔ کیونکہ کذب و بطلان کو آپ کی

Marfat.com

ذات میں دخل نہیں۔ اور وساوس شیطانی سے آپ کی ذات والا صفات بالاتر ہے۔ اور یہ اللہ کی سُنت ہے۔ کہ قوتِ تصرف رکھنے کے باوجود شیطان آپ کی صورت اختیار نہیں کر سکتا۔ علمائے کرام نے اس چیز کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔ کہ:۔

"آپ کے سوا کسی دوسرے شخص کو یہ خصوصیت حاصل نہیں، اور آپ کے سوا ہر چھوٹے سے بڑے شخص کی صورت شیطان اختیار کر سکتا ہے"۔

تین خیال

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے متعلق تین خیال پائے جاتے ہیں۔ ایک یہ کہ جو شخص آپ کو آخری عمر کے مخصوص حلیہ کے ساتھ دیکھے صرف اس کا خواب صحیح ہے۔ دوسرا یہ کہ جوانی، ادھیڑ یا آخری عمر کی شکلوں میں سے جو شکل بھی دیکھے صحیح ہے۔ تیسرا خیال جو سب سے مشکل اور تنگ ہے اس میں یہ قید لگائی گئی ہے، کہ صرف وہ صورت صحیح ہوگی جو رحلت کے وقت تھی۔ جبکہ سر اور داڑھی میں قریباً ۲۰ بال سفید ہو چکے تھے

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا معمول

حماد بن زید سے منقول ہے، کہ:۔

مشہور معبر علامہ ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا۔ کہ جب کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا واقعہ آپ سے بیان کرتا، تو آپ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ پوچھتے جو خواب میں دیکھا ہوتا۔ اگر وہ خاص حلیہ بیان کرتا جو ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک درست تھا تو اس کی تصدیق کرتے

Marfat.com

ورنہ کہتے۔ تم نے کسی اور شخص کو دیکھا ہے"!

علماء نے کہا ہے "ابن سیرینؒ کا یہ اثر پایۂ صحت کو پہنچ چکا ہے بعض محققین کا قول ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے خواب میں سنا ہوا کلام آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی سنت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہئے۔ اگر موافق نظر آئے تو تصدیق کرے۔ ورنہ بیان کنندہ کی سماعت کا نقص سمجھنا چاہئے"!

ایک عجیب خواب

آگے لکھا ہے۔ "چنانچہ میں نے مفتی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ سے سنا، کہ بلادِ مغرب کے ایک فقیر نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اسے شراب پینے کا حکم دے رہے ہیں۔ مشائخ وقت کے سامنے اس خواب کو پیش کیا گیا۔ تو ہر شخص نے اپنی عقل کے مطابق اس کی تاویل کی۔ ان دنوں مدینہ منورہ میں ایک بزرگ شیخ محمد بن عراق رہتے تھے، جو سنت کے نہایت شائق اور پابند تھے۔ جب استفتا آپ کی نظر سے گزرا، تو فرمایا:۔

"بیان کنندہ کی سماعت کا قصور نظر آتا ہے۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے لَا تَشْرَبِ الْخَمْرَ (شراب مت پیو) فرمایا ہوگا۔ مگر اس نے لَا تَشْرَبْ کو اِشْرَبْ سمجھ لیا"!

اور بعض علماء نے کہا ہے کہ جیسے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں شیطان نے ایک دفعہ قرآن مجید پڑھتے وقت آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی آواز میں آواز ملا کر لوگوں کو دھوکا دیا تھا۔ جس کا ذکر اس سے پہلے ہو چکا ہے۔ اسی طرح ممکن ہے۔ کہ اس نے خواب میں بھی فقیر کو مغالطہ دیا ہو۔ حالانکہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم بولے بھی نہ ہوں۔ اور اس فقیر نے شیطان کی آواز کو آنحضرت

Marfat.com

صلعم کی آواز سمجھ لیا ہو" ہمارے نزدیک یہی درست ہے۔ اور اس صورت میں تاویل کی ضرورت بھی نہیں پڑتی۔ غرض اس زندگی میں آخری لمحہ تک شیطان سے خدا کی پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اس کو انسان کا کھلا دشمن کہا ہے۔ اور اس راہ پر چلنا چاہیے جس میں شرک کا شبہ تک نہ ہو۔

غور کرو۔ جہاں بڑے بڑے متقی اور عالم دھوکا کھا گئے۔ اور بزرگان دین نے آنحضرت صلعم کی زیارت تک میں اندیشہ ظاہر کیا۔ وہاں دوسروں کی نسبت کیا اعتبار۔ جن کی صورت شیطان ہر وقت اختیار کرکے دھوکا دے سکتا ہے۔ اور یہ بات کچھ مشکل بھی نہیں۔ کیونکہ ہمزاد تو ہر شخص کا اس کی موت کے بعد بھی زندہ رہتا ہے۔ اس کی موت کسی روایت سے ثابت نہیں۔ اور سب کو چھوڑو تمام شیطانوں کے سردار ابلیس کی زندگی تو قیامت تک قرآن مجید سے ثابت ہے۔ پھر ایسی حالت میں ابلیس اور اس کے ساتھیوں سے بچنے کی سوا اس کے کیا صورت ہے۔ کہ کتاب وسنت پر عمل کیا جائے اور زندگی کے ہر گوشہ میں آنحضرت صلعم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کی جائے۔

قرآن مجید میں ہے:۔

فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْہُ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (۵۱: ۵۰)

"خدا کی طرف دوڑو۔ میں اس کی طرف سے تمہیں کھلا کھلا ڈرانے والا بن کر آیا ہوں۔"

پیر پرستوں کا ایک مغالطہ

پیر پرست کہتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرح ہمارے پیر کی شکل اختیار کرنا بھی شیطان کے لئے ناممکن ہے۔ کیونکہ پیر صاحب بھی

Marfat.com

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرح مظہرِ ہدایت ہیں۔ مگر یاد رہے کہ یہ مغالطہ ہے۔ صحیح بات وہ ہے جو شریعت سے ثابت ہو۔ ان کے قول کی تردید خود انہی کی بیان کردہ حکایتوں سے ہو رہی ہے۔ مثلاً وہ بیان کرتے ہیں، کہ :۔

(۱) "ہم نے حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو تعزیہ کے ساتھ ننگے سر چلتے دیکھا ہے۔" اور (۲) ایک رات ایک جوڑا پیر صاحب کے مقبرہ میں پکڑا گیا، جو زنا کر رہا تھا۔ میں نے انہیں دھکے مار کر باہر نکال دیا۔ اس کے بعد جب میں سویا، تو کیا دیکھتا ہوں، کہ صاحبِ قبر مجھ سے خفا ہو کر فرما رہے ہیں، اے بے خبر خشک مُلّا! وہ دونوں عاشق و معشوق تھے۔ مدت سے وصال کے طالب تھے۔ آج یہاں انہیں موقعہ ملا۔ تو تم نے اُن کی تمنا پوری نہ ہونے دی۔ تمہیں اتنی عقل بھی نہ آئی کہ انہیں روکنا ضروری ہوتا، تو ہم خود روک سکتے تھے۔ یہ کہہ کر مجھے ایسی لات ماری کہ لنگڑا ہی کر دیا۔" وغیرہ وغیرہ

قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○ (۶۳: ۴)

"خدا انہیں غارت کرے کہاں جا رہے ہیں۔"

سُنا ہے کہ اس شیطانی خواب کو صحیح جان کر اس کے بعد اُس مزار کے خادموں نے کبھی بُرے فعل میں کبھی مداخلت نہیں کی۔ اور جب پوچھا جائے تو کہتے ہیں۔ جب ہمارا پیر پردہ پوشی کرنا چاہتا ہے۔ تو ہم اس کی متابعت کیوں نہ کریں۔ اگر کہا جائے کہ پیر صاحب مظہرِ ہدایت ہو کر بُرے کاموں سے کیوں نہیں روکتے۔ تو اُس وقت جاہلوں کو گمراہ کرنے کے لئے حافظ شیرازی کا یہ شعر پڑھ کر سُنا دیتے ہیں جو سراسر مجاز ہے ؎

نہ قاضیم نہ امیرم نہ محتسب نہ فقیہ
مرا چہ شود کہ منع شراب خوارہ کنم

Marfat.com

یعنی جب میں نہ قاضی ہوں، نہ امیر اور محتسب، نہ فقیہ تو پھر مجھے کیا پڑی ہے۔
کہ شراب خواروں کو روکتا پھروں"۔

غرض ان داستانوں سے واضح ہوتا ہے کہ شیطان گمراہ کرنے کے لئے بزرگوں کی صورتیں اختیار کر لیتا ہے۔ نیز اس حدیث سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ حضور صلعم نے فرمایا ہے۔ کہ "دجال جب ایسے لوگوں سے ملے گا جو اس کی دعوت کو قبول نہیں کریں گے۔ اور کہیں گے کہ ہمارے بزرگ دین اسلام پر گزرے ہیں، اور ہمیں بھی اسی پر قائم رہنے کی تاکید کر گئے ہیں، تو وہ اپنے ساتھی شیاطین کو حکم دے گا۔ کہ ان کے بزرگوں کی صورتیں اختیار کر کے میری تصدیق کرو۔ تو وہ ایسا کر کے انہیں گمراہ کر دیں گے"۔
اور جمع الجوامع میں ایک حدیث انہی معنوں میں آئی ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا۔ کہ "آخری زمانہ میں شیاطین، بزرگوں کی صورتیں اختیار کر کے لوگوں کو گمراہ کریں گے"۔

مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ میں اسی کے متعلق کہا گیا ہے کہ:-

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

"بہت سے شیطان آدمی کی شکل میں پھرتے ہیں۔ پس ہر شخص کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دے دینا چاہیے"۔

اور اس سے بھی واضح تر بات یہ ہے۔ کہ خود اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید میں خناس کے بیان میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ فرمایا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ شیطان جنوں سے بھی ہوتے ہیں اور انسانوں سے بھی۔ اور ان دونوں کے شر سے پناہ مانگنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ یہ ہدایت اس وقت حاصل ہو سکتی ہے جبکہ

Marfat.com

ہر شخص اس سورہ کو حفظ کر کے اس کے مطالب کو سامنے رکھے۔ چونکہ یہ سورہ شرک اور پیر پرستی کی نہایت اچھی طرح تردید کرتی ہے۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مختصر ترجمہ و تفسیر درج کر دی جائے۔

سورۃ الناس کی تفسیر

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ شروع اللہ تعالےٰ کے نام سے جو اپنی رحمت کاملہ سے ہر نیک و بد کو روزی عطا فرماتا ہے۔ اور اپنی امداد و عنایت سے سچے مسلمانوں کو جن و انس کے شر سے محفوظ رکھ کر دنیا سے صحیح سالم اٹھا لیتا ہے۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ۙ الْخَنَّاسِ

"اے رسول! کہو میں پناہ لیتا ہوں لوگوں کے رب لوگوں کے بادشاہ اور لوگوں کے الٰہ کی اس ہی کے بڑے اثر سے جو پوشیدہ طور پر دم ڈالتا ہے۔"

یعنی اے حق کی راہ پر ثابت قدم رہنے کے خواستگار اور سیدھی راہ پر چلنے کے خواہشمند! تیرے لئے اس کے سوا چارہ نہیں کہ تو ہمیشہ شیطان لعین کے شر سے اللہ زبردست کی پناہ مانگتا رہے۔ اس لئے کہ شیطان انسان کا باطنی دشمن ہے۔

اَلَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ

"جو لوگوں کے سینوں میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ جنوں اور انسانوں میں سے"

اس سورت میں اللہ تعالےٰ نے اپنی تین صفات کا ذکر بندوں کی طرف

Marfat.com

طرف نسبت کرتے ہوئے کیا ہے۔ حالانکہ نسبت کے لحاظ سے ان صفات کا تعلق جیسا انسان سے ہے۔ ویسا ہر مخلوق سے ہے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ انسانوں کا پروردگار ہے، اسی طرح باقی تمام مخلوق کا بھی ہے، اور جس طرح وہ انسانوں کا مالک و معبود ہے۔ اسی طرح کائنات کی ہر چیز کا مالک معبود ہے

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِیْحَهُمْ (۱۷: ۴۴)

"اور کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی نہ بیان کرتی ہو لیکن تم ان کی پاکی بیان کرنے کو نہیں سمجھتے"

رب، ملک اور الٰہ کی تشریح

مفسرین کرام یہاں خاص طور پر صفات رب، ملک اور الٰہ لانے کے متعلق عجیب عجیب نکتے بیان فرماتے ہیں۔ جن میں سے بہترین یہ ہے کہ لوگ چونکہ غیر اللہ میں انہی اوصاف کا اعتقاد رکھنے کی بنا پر کفر اور شرک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ لوگوں کو مطلع فرماتا ہے کہ یہ صفات صرف میرا خاصہ ہیں۔ اور ان میں سے کسی صفت کو دوسرے میں ماننا جائز نہیں۔ کسی مخلوق کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنا بھی خناس ہی کی وسوسہ اندازی کا نتیجہ ہے۔ اور اس کا علاج صرف یہ ہے، کہ ان اوصاف ثلاثہ کو محض اللہ تعالیٰ کا خاصہ مان کر اس کی پناہ طلب کی جائے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ اکثر لوگ انہی صفات کو غیر اللہ میں ماننے کی وجہ سے شرک کی مختلف مرض میں مبتلا ہیں۔ چنانچہ دنیا کی مختلف اقوام کے حالات پر نظر ڈالو۔ تو تم دیکھو گے کہ مدتوں سے بعض قومیں اس بلا تک گرفتار ہیں

پڑی ہوئی ہیں، اور آج تک برابر اس بلا میں مبتلا چلی آتی ہیں:-

عَافَانَا اللّٰهُ وَ اِیَّاهُمْ مِنْ کُلِّ بَلَاءِ الدُّنْیَا وَ عَذَابِ الْاٰخِرَةِ -

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ان کو دُنیا اور آخرت کی تمام آفتوں سے بچائے - آمین

فنافی الشیخ

کفار کو چھوڑو - اِن قبر پرستوں کو دیکھو - تو یہ بھی انہی بیماریوں میں مبتلا ہیں - ان کے نزدیک یہ امر واجبات میں سے ہے، کہ عبادت کے وقت پہلے پیر کا تصور باندھا جائے - اور اس کے جمال کے مشاہدہ میں اِس طرح مستغرق ہو جائیں، کہ اپنے تئیں بھول جائیں - اِس مشاہدہ میں گُم ہو جانے کو ان کے ہاں فنافی الشیخ کہا جاتا ہے، اور جس پر یہ کیفیت طاری ہو اُسے فانی فی الشیخ کہتے ہیں +

غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ اس بیماری کی وجہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ شیخ میں ربوبیت کی صفت مانتے ہیں - اس لئے اُس کی شکر گزاری میں محو رہنا لازم سمجھتے ہیں، یا اس کی وجہ یہ ہے کہ پیر کو تصرف کا مالک سمجھتے ہیں، اور اس کے حلقۂ تصرف سے باہر نکلنا ناممکن خیال کرتے ہیں، اس لئے کلی طور پر تصرف کی باگ اُس کے ہاتھ میں دے دی ہے، اور یا پھر اس لئے کہ شیخ جی کو مَا کَانَ وَ مَا یَکُوْنُ (تمام چیزوں) کا پورا عالم ہونا یقین کرتے ہیں، اس لئے فنافی الشیخ کا مسلک اختیار کرتے ہیں - ان باتوں کا ثبوت چاہو تو اس وقت دیکھ لو، جب ان میں سے کوئی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے، تو کس کی طرف رجوع کرتا ہے - آیا خدائے زندہ و توانا کی طرف یا ارواح بزرگاں کی طرف ؟ حالانکہ خداوند کریم ہی مالک ہونے

Marfat.com

کی حیثیت سے اپنے بندوں کی حاجتیں پوری کرتا ہے:۔

قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيكُم مِّنْهَا وَمِن كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ أَنتُمْ تُشْرِكُونَ (انعام)

کہو اللہ ہی تمہیں اس سے اور تمام مصیبتوں سے نجات بخشتا ہے پھر بھی تم اس کا شریک ٹھیراتے ہو۔

علامات شرک

یہ لوگ بیماری میں شفا وصحت اور تنگدستی میں خوشحالی اور فارغ البالی اپنے پیروں ہی سے مانگتے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ میں صفت ربوبیت ماننے کے یہی معنے ہیں، کہ وہ تمام مخلوقات کو رزق اور صحت عطا فرما کر قائم رکھتا ہے۔ پھر یہ لوگ بزرگوں کی قبروں پر ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں جنہیں بیت اللہ میں کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً غلاف چڑھانا، چومنا، چھونا، طواف کرنا، نذریں چڑھانا، قربانی کرنا وغیرہ پھر قبر کے غسل کے پانی کو آب زمزم کی طرح متبرک سمجھنا، عبادت سمجھ کر قبروں کی زیارت کرنا، ان کو قبلۂ توجہ بنانا، اور ان میں عبادت کرنے کو دوسری جگہ سے افضل خیال کرنا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کو الٰہ الناس ماننے کے یہی معنی ہیں، کہ اس کے مقرر کردہ آداب اس کے گھر میں جا کر بجا لائیں۔ اور کسی دوسری جگہ ویسی حرکتیں نہ کریں جیسی اس کے گھر میں جا کر کرتے ہیں۔

پھر ان قبر پرستوں نے ہر شہر اور بستی میں ایک نہ ایک بزرگ کی قبر کو حاجت روا مقرر کر رکھا ہے۔ گویا وہی وہاں کے حاکم ہیں، اور ان کی طرف جملہ مہمات و مصائب میں حاجت روائی کے لئے رجوع کرتے ہیں۔ جب وہ شادی کرتے ہیں تو دولھا کو اس ولی کی قبر پر سلام کے لئے لے جاتے ہیں، اور وہ اس کی پائنتی میں کھڑے ہو کر سلام کرتا ہے اور کچھ نذرانہ ادا کرنے کے بعد برات میں شامل ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض لوگ مجاوروں کا اس طرح احترام کرتے ہیں جس طرح شاہی

Marfat.com

خدام کا کیا جاتا ہے ، اور مشکلات میں ان کو اپنا وکیل سمجھتے ہیں ۔ تاکہ وہ صاحب قبر کے پاس ان کی سفارش کردیا کریں ۔ عرس کے موقعہ پر ان کے ہاتھ سے دستار بندی کراتے ۔ اور ان کی دی ہوئی پگڑی کو شاہی خلعت کی طرح قابلِ فخر و عزت سمجھتے ہیں :۔

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ

تمام گروہ جو کچھ ان کے پاس ہے ، اسی پر خوش ہیں ۔

قبر پرستوں کی گپیں

قبر پرست گپیں بہت سی ہانکتے ہیں ۔ مثلاً کہتے ہیں :۔

(۱) ایک چشتی نے نقشبندیوں کی حدود میں قدم رکھنا چاہا ۔ مگر نقشبندی صاحب کے سامنے ان کی پیش نہ گئی اور ناکام واپس جانا پڑا ۔

(۲) " شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان میں کامیاب نہیں ہو سکے ۔ جب تک کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو ارشاد و ہدایت کی اجازت نہیں دی " وغیرہ وغیرہ ۔ غضب ہے کہ ایسی ایسی بے سر و پا کہانیاں ، فقراء کی سوانح عمریوں میں بھی درج کر دی گئی ہیں ۔

محکمات اور متشابہات

علمائے محققین نے بالکل درست کہا ہے کہ اولیاء کے احوال آیاتِ محکمات و متشابہات کی طرح دو قسم کے ہوتے ہیں ۔ ان کے جو احوال شریعت کے موافق ہوں وہ محکمات کی طرح ہیں اور جو ناموافق ہوں وہ متشابہات کی طرح ۔ پس جو محکمات کی طرح ہیں ۔ وہ اشتباہ سے پاک ہیں اور وہی قابلِ حجت بھی ہیں اور لائقِ اتباع بھی لیکن جو

Marfat.com

احوال کہ متشابہات کی طرح ہیں ان سے بچنا ہی لازم ہے۔ وہ نہ قابلِ حجت ہیں، نہ لایق اتباع، کیونکہ ان کے سبب کئی لوگ ہدایت یاب بھی ہو جاتے ہیں۔ اور کئی گمراہ بھی۔

يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (بقرہ)

گمراہ ہو جاتے ہیں اس کے سبب بہت اور ہدایت پاتے ہیں اس سے بہت

اور آیات محکمات و متشابہات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاۗءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاۗءَ تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ (۳: ۵)

"اللہ تعالےٰ نے تم پر کتاب نازل فرمائی۔ اس کی بعض آیتیں محکم ہیں، وہی اس کتاب کی اصل و بنیاد ہیں، اور بعض آیتیں متشابہ ہیں۔ پس جن لوگوں کے دل میں کجی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں دین میں فتنہ پیدا کرنے اور غلط مطلب ڈھونڈنے کی غرض سے، حالانکہ ان کا صحیح مطلب اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا"

صاحب مصابیح رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى خَمْسَةِ اَوْجُهٍ حَلَالٍ وَّحَرَامٍ وَّمُحْكَمٍ وَّمُتَشَابِهٍ وَّاَمْثَالٍ فَاَحِلُّوا الْحَلَالَ وَحَرِّمُوا الْحَرَامَ وَاعْمَلُوْا بِالْمُحْكَمِ وَاٰمِنُوْا بِالْمُتَشَابِهَاتِ وَاعْتَبِرُوْا بِالْاَمْثَالِ +

"قرآن مجید پانچ قسموں پر نازل ہوا ہے۔ یعنی حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال۔ پس اس کے حلال کو حلال جانو، حرام کو حرام سمجھو، محکم پر عمل کرو

Marfat.com

متشابہ پر ایمان رکھو۔ اور امثال سے عبرت پکڑو۔

غرض اولیاء کے بعض احوال پر صرف اپنی سمجھ کے فتویٰ سے عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا کرنا فساد کا موجب ہوتا ہے۔ اِس قسم کے فساد کا سدِّباب عہدِ فاروقی میں صحابہ کے اجماع سے ہو چکا ہے۔

ایک بدری صحابیؓ کو حضرت عمرؓ نے سزا دی

چنانچہ کتبِ احادیث میں ایک بدری صحابی کا واقعہ مسطور ہے۔ بدری صحابہ وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی معرفت یہ مژدہ سنایا تھا کہ:۔

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ

جو تمہارا جی چاہے کرو۔ میں نے تمہیں بخش دیا۔

انہی میں سے ایک شخص نے شراب پی۔ جب گرفتار ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے لایا گیا۔ تو کہنے لگا۔ میں اُن لوگوں میں سے ہوں، جنہیں خدا نے بخش دیا ہے۔ اِس لئے نہ مجھ پر حد قائم ہو سکتی ہے، اور نہ میں گنہگار ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ عُذر بالکل نہ سُنا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے اُس پر حد لگا دی۔ اِس سے ثابت ہوا کہ تمام مُسلمان بلا مرتبہ یکساں طور پر شرعی احکام کے لئے مکلف ہیں، اور جو عمل شریعت کی نگاہ میں بُرا ہے۔ وہ کسی متقی یا ولی کے کرنے سے اچھا نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی ولی یا متقی اس دُنیا میں احکامِ اسلام کی خلاف ورزی کر کے شرعی مواخذہ سے چھوٹ سکتا ہے۔ باقی رہا عاقبت کا معاملہ سو وہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے:۔ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ (البقرۃ) جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کرے۔

Marfat.com

تنبیہ

یاد رکھنا چاہیے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ محبت یا عداوت رکھنے کے لحاظ سے خوارج وروافض کی طرح لوگوں کی دو جماعتیں ہوگئی ہیں۔ اور دونوں غفلت میں مبتلا اور گمراہی وضلالت میں پڑی ہوئی ہیں۔ خارجی منش کہتا ہے۔ کہ فلاں شخص نے اگرچہ بہت سے نیک اعمال کئے ہیں۔ مگر فلاں ناشائستہ بات کی وجہ سے وہ مردود ہے۔ اور اس کا کوئی عمل قابلِ تقلید و اتباع نہیں۔ اور رافضی منش کہتا ہے کہ فلاں بزرگ کا ہر عمل قابلِ تقلید ہے۔ خواہ شریعتِ اسلامی کے خلاف ہو۔ اور سند کے طور پر حافظ شیرازی رح کا یہ شعر سُنا دیتا ہے۔ کہ :-

بمے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود زراہ و رسمِ منزلہا

یعنی مُرشد کہے تو شراب بھی پی لو۔ کیونکہ وہ منزل کی راہ و رسم سے ناواقف نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور صلعم کا ارشاد

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے فرمایا:۔ اے علی! تیری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے کہ یہود نے ان کی عداوت میں یہاں تک غلو کیا ہے کہ معاذ اللہ ان کی والدہ محترمہ پر بہتان باندھے اور نصاریٰ نے ان سے یہاں تک محبت کی کہ خدا کا بیٹا بنا کر چھوڑا۔

خود حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا:۔

يَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ مُحِبٌّ مُفْرِطٌ يُغْرِطُنِي بِمَا لَيْسَ فِيَّ وَمُبْغِضٌ يَحْمِلُهُ شَنَآنِي عَلَى اَنْ يَبْهَتَنِي۔

"میری وجہ سے دو قسم کے لوگ ہلاک ہوں گے۔ ایک حد سے زیادہ مجھ سے الفت کرنے والے کہ مجھ میں وہ چیز ثابت کریں گے۔ جو مجھ میں نہیں ہے، اور دوسرے مجھ سے دشمنی کرنے والے کہ بے جا عداوت کی وجہ سے مجھ پر بہتان باندھیں گے۔"

غرض الفت و عداوت میں مبالغہ کرنے کی وجہ سے گمراہی میں مبتلا ہو جانے کی یہ دلیل کافی ہے۔

طریقۂ اہلِ سُنّت

مفسرین کرام نے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ الخ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ کہ مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ سے مراد یہود ہیں جن کی مثل مسلمانوں میں خارجیوں کا فرقہ ہے جو بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتا ہے اور ضَآلِّيْن سے مراد نصاریٰ ہیں۔ جن کی مثال اہلِ اسلام میں رافضیوں کی جماعت ہے۔ جنہوں نے تعظیم و اُلفت کو حد سے بڑھا کر چھوڑا ہے اعتدال پر چلنے والی صرف ایک جماعت ہے یعنی اہلِ سنّت، جو ہر قسم کے افراط و تفریط سے محفوظ ہے۔ اہلِ سُنّت کا اصول ہر معاملہ میں یہ ہے:-

خُذْ مَا صَفَا دَعْ مَا كَدِرْ

یعنی اچھی چیز لے لو اور بری چیز کو چھوڑ دو

یہ جملہ اس حدیث کا ہم معنیٰ ہے۔ جس میں حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے فرمایا تھا:-

Marfat.com

دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ

مشکوک چیز کو چھوڑ کر غیر مشکوک چیز اختیار کرو

اسی لئے اہل سنت سلف صالحین رحمہم اللہ کے حق میں سوائے نیک گوئی کے لب کشائی نہیں کرتے۔ ان کی دعا ہے:۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ (۳: ۸)

اے پروردگار! ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کیجیو۔ اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائیو کیونکہ تو ہی رحمت عطا فرمانے والا ہے۔

اور:۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ (۵۹: ۱۰)

اے پروردگار! ہمیں بخش دے۔ اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔ اور ہمارے دلوں میں مومنوں کی طرف سے کینہ نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

شرکیہ وظیفے

قبر پرستوں کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اپنے شیخ کو مخلوق کے بھید ملل کا واقف اور غیب کو جاننے والا سمجھتے ہیں۔ اور دور ہوں یا نزدیک اپنی جملہ مہمات میں اس سے مدد مانگتے ہیں۔ اور بعض ذکر کے طور پر اپنے بزرگوں کے ناموں کا وظیفہ مسنونہ اوراد و اذکار کی طرح بلا ناغہ صبح و شام پڑھتے ہیں اور

Marfat.com

بعضوں نے پیروں کے نام پر استخارے تجویز کر رکھے ہیں۔ اور ان کے ذریعے اچھے برے کاموں کا انجام معلوم کرتے ہیں۔

"یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ"

چنانچہ بعض لوگ اٹھتے بیٹھتے "یا بہاؤالدین مشکلکشا" کہتے ہیں اور اس طرح اپنے آپ کو حضرت خواجہ بہاؤالدینؒ کا منسوب خیال کرتے ہیں بعض فراخی رزق کے لئے "یا نظام الدین اولیاء زری زر بخش" کا وظیفہ پڑھتے ہیں اور بعض ہر مشکل کے لئے "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ" کا وظیفہ پڑھتے ہیں۔

ایسے وظیفے پڑھنے کی ممانعت

خبردار! یہ سب وظیفے افتراء اور بہتان ہیں، اور طریقت کے کسی سچے پیر سے مروی نہیں ہیں، اور نہ ان کی روایت کرنے والے معتبر ہیں۔ بلکہ اس کے بالعکس بزرگوں کے صحیح حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام بزرگ اپنے مریدوں کو مخلوق کی طرف نگاہ امید رکھنے سے سختی کے ساتھ منع کرتے تھے۔ چنانچہ عوارف المعارف میں حضرت شیخ الشیوخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

لَا یَتَحَقَّقُ صِدْقُ الْمُرِیْدِ وَاِخْلَاصُہٗ اِلَّا بِسُنَنِ مُتَابَعَۃِ اَمْرِ الشَّرْعِ وَقَطْعِ النَّظْرِ عَنِ الْخَلْقِ وَکُلُّ الْاٰفَاتِ دَخَلَتْ عَلٰی اَھْلِ الْبِدَایَۃِ لِمَوْضِعِ نَظْرِھِمْ اِلَی الْخَلْقِ وَبَلَغَنَا عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ قَالَ لَا یَکْمُلُ اِیْمَانُ الْمَرْءِ حَتّٰی

Marfat.com

يَكُوْنَ النَّاسُ عِنْدَهٗ كَالْاَبَاعِرِ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلٰى نَفْسِهٖ فَيَرَاهَا اَصْغَرَ صَاغِرٍ ۔

"کسی مرید کا صدق و وفا اس وقت تک صحیح اور درست نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ شریعت کا پورا متبع نہ ہو جائے۔ اور مخلوق سے پورے طور پر بے نیاز ہو کر امید منقطع نہ کرلے۔ اس راہ کے مبتدیوں پر آفتیں اس لئے نازل ہوتی ہیں کہ ان کی نگاہ امید مخلوق پر لگی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اس وقت تک کوئی شخص مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ تمام انسان اس کے نزدیک اونٹ کی مینگنی جیسے نہ ہوں۔ اور جب تک کہ اپنے کو سب سے کم درجہ نہ سمجھے۔

خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب نفحات الانس میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ نے ایک دفعہ خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر کیا۔ کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ "خدا کی مجاوری کرنا مخلوق کی مجاوری کرنے سے افضل ہے" اور یہ شعر اکثر پڑھا کرتے تھے:-

تو تا کے گورِ مرداں را پرستی
بگرد و کارِ مرداں کن درستی

"تو کب تک مُردوں کی قبر کی پرستش کرتا رہے گا۔ جا اللہ والوں کا اتباع کر کے اپنی آخرت درست کر۔"

حضرت سید المشائخ ابو محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو اولیا متقین کے سردار ہیں، اپنی کتاب فتوح الغیب میں فرماتے ہیں:

مَنْ اَرَادَ السَّلَامَةَ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَعَلَيْهِ بِالصَّبْرِ ۔

الرِّضٰى وَتَرْكِ الشَّكْوٰى اِلَى الْخَلْقِ وَاِنْزَالِ حَوَائِجِهٖ بِرَبِّهٖ عَزَّوَجَلَّ وَانْتِظَارِ الْفَرَجِ مِنْهُ تَعَالٰى اِذْهُوَ خَيْرٌ مِّنْ غَيْرِهٖ

"جو شخص دُنیا اور آخرت میں سلامتی کا طالب ہے۔ اُسے چاہئے کہ صبر کو اپنا شعار بنائے۔ ہر حال میں راضی برضا رہے۔ مخلوق سے شکایت نہ کرے اور اپنی حاجات کا سوائے اپنے پروردگار کے بذریعہ دُعا و سوال یا زبانِ حال و قال کے اور کسی سے ذکر نہ کرے۔ ہر امر میں مشکل کشائی کی توقع اسی کی ذات سے رکھے۔ کیونکہ اُسی کی ذات تمام موجودات سے برتر و اعلیٰ ہے۔"

کتاب وسُنت کے مقابلے میں عقلی دلائل

پیر پرستوں کا ایک عجیب خطیہ ہے کہ جب آیات کلامِ الٰہی احادیثِ رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم یا اقوال اولیائے کرام رحمہم اللہ پڑھے جائیں، تو اُن کا جواب اپنی عقلی تاویلوں سے دیتے ہیں، اور کہتے ہیں۔ اولیاء کی رُوحیں اگرچہ مخلوق ہیں۔ مگر بوجہ اس قربِ کے جو اُن کو بمقابلہ دوسری مخلوق کے اپنے خدا کے ساتھ حاصل ہے۔ اُن کو حاجت روا سمجھ کر پکارنا بُرا نہیں۔ سے

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیرِ جستہ باز گردانند ز راہ

اولیاء اللہ کو خدا کی طرف سے ایسی قوت حاصل ہوتی ہے کہ کمان سے نکلے ہوئے تیر کو واپس پھیر سکتے ہیں۔

حالانکہ اللہ تعالٰے تو یہ فرماتا ہے :۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ (۱۰ : ۱۰۷)

"اگر اللہ تعالٰے تجھے نقصان پہنچانا چاہے، تو کوئی شخص اس کو دُور نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ کوئی آرام پہنچانا چاہے، تو بھی اس کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا"

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے :۔

لَوْ جَهَدَ الْعِبَادُ اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَقْضِ اللّٰهُ لَكَ لَمْ يَقْدِرُوْا عَلَيْهِ وَلَوْ جَهَدَ الْعِبَادُ اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَقْضِهِ اللّٰهُ عَلَيْكَ لَمْ يَقْدِرُوْا

"اگر تمام لوگ اکٹھے ہو کر تجھے کوئی فائدہ پہنچانا چاہیں، جو خدا کو منظور نہیں تو نہیں پہنچا سکتے۔ اور اسی طرح اگر نقصان پہنچانے پر اکٹھے ہو جائیں جو خدا نے تیرے مقدر میں نہیں لکھا تو نہیں پہنچا سکتے"

اس حدیث کا پہلا حصہ یہ ہے۔ جسے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے :۔

بَيْنَا اَنَا رَدِيْفُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِذْ قَالَ لِيْ يَا غُلَامُ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ اللّٰهُ اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ اَمَامَكَ فَاِذَا سَئَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ وَلَوْ جَهَدَ الْعِبَادُ اِلٰى اٰخِرِ مَا قَالَ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (رواہ الترمذی مشکوٰۃ باب توکل)۔

"میں ایک دفعہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا ۔ کہ آپ نے فرمایا،
اے لڑکے! تو اللہ تعالیٰ (کے امر ونہی) کو نگاہ رکھ ۔ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت
کرے گا ۔ اگر تو اللہ تعالیٰ کی طرف نگاہ رکھے، تو اُس کو اپنے سامنے
پائے گا ۔ اگر سوال کرنے کی حاجت ہو، تو اللہ تعالیٰ ہی سے سوال کر، اور
مدد کی ضرورت ہو تو اُسی سے مدد مانگ ۔ ہر بات جو آئندہ ہونے والی
ہے ۔ اُسے قلم لکھ کر خشک ہو چکا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آخر حدیث تک فرما کر
ارشاد فرمایا کہ ہر تکلیف کے ساتھ آرام ہے ۔

تمام کتب صحاح میں مختلف الفاظ کے ساتھ یہ حدیث آئی ہے فتوح الغیب
میں اس حدیث کے بعد لکھا ہے :۔

فَيَنْبَغِيْ لِكُلِّ مُؤْمِنٍ اَنْ يَّجْعَلَ هٰذَا الْحَدِيْثَ
مِرْاٰةً لِقَلْبِهٖ وَشِعَارِهٖ وَدِثَارِهٖ وَحَدِيْثِهٖ فَيَعْمَلُ
بِهٖ فِيْ جَمِيْعِ حَرَكَاتِهٖ وَسَكَنَاتِهٖ حَتّٰى يَسْلَمَ فِي
الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَيَجِدَ الْعِزَّةَ فِيْهِمَا بِرَحْمَةِ اللّٰهِ تم

" ہر مومن کو چاہیئے کہ اِس حدیث کو اپنے دل کا آئینہ، بدن کا جامہ اور
زبان کا وظیفہ بنائے، اور اپنی جملہ حرکات وسکنات میں اس پر عمل کرے ۔
تاکہ خدا کی رحمت سے دُنیا وآخرت میں نجات وعزت پاسکے "

آگے لکھا ہے :۔

مَاسَأَلَ النَّاسَ مَنْ سَأَلَ اِلَّا لِجَهْلِهٖ بِاللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ وَ
ضُعْفِ اِيْمَانِهٖ وَمَعْرِفَتِهٖ وَيَقِيْنِهٖ وَقِلَّةِ صَبْرِهٖ

" جو شخص لوگوں سے مانگتا ہے ، وہ اللہ تعالیٰ کی صفات سے بے خبر ہے ۔ یہ
اس کے ایمان کی کمزوری اور طبیعت کی بے صبری کی علامت ہے "

مذکورہ بالا حدیث شریف، اور شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے معلوم ہوا کہ پیر پرستوں کا طریق، شریعت اور طریقت دونوں کے مخالف ہے۔ لیکن اگر وہ یہ کہیں کہ یہ مقام حقیقت کی باتیں ہیں جو شریعت اور طریقت دونوں سے بلند ہے تو انہیں بتانا چاہیے کہ منزلِ طریقت وحقیقت کے امام حضرت شیخ جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فتوح الغیب میں فرماتے ہیں۔ کہ:۔

كُلُّ حَقِيْقَةٍ لَا يَشْهَدُ لَهَا الشَّرْعُ فَهِيَ زِنْدَقَةٌ

جو حقیقت کہ شریعت کے مخالف ہو۔ وہ کفر و الحاد ہے۔

حقیقت شریعت کے مخالف نہیں

اس قول کی شرح میں شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "..... حقیقت شریعت کے مخالف نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت اصل میں شریعت ہی ہے۔ کیونکہ کسی چیز پر ایمان لانے کے یہ معنی ہیں کہ اس کو پاکر اس کی حقیقت کو پہنچ سکیں۔ اور یہ ایک ہی راستہ ہے جس کا انتہا اس کے ابتدا کے مخالف نہیں۔ پس اگر کسی کو کوئی کشف خلاف شرع نظر آئے، تو اسے باطل سمجھنا چاہیے۔ اور اس پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ جان بوجھ کر باطل پر اعتقاد رکھنے والا کافر ہوتا ہے"۔

مشائخ کے اقوال

حضرت ابوسلیمان دارانی علیہ الرحمۃ کا قول

حضرت ابوسلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

"بسا اوقات مجھ پر ایک عجیب نکتہ ظاہر ہوتا ہے۔ مگر میں اسے اس وقت تک

قبول نہیں کرتا۔ جب تک کہ دو عادل گواہ یعنی کتاب و سنت اس کی تصدیق نہ کریں"

آگے فرماتے ہیں:۔

"جان لو کر حدودِ شریعت کی حفاظت کے ساتھ ساتھ مقامِ شہود و توحید حاصل ہو جائے۔ تو یہ صدیقوں اور عارفوں کا مقام ہے۔ اور یہی وہ مقام ہے جہاں بہت سے سالک پہنچ کر حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔ بلکہ بعض تو دین و ایمان تک سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں"

پھر فرماتے ہیں:۔

"یاد رہے کہ دین ایک ہی ہے۔ شریعت، طریقت اور حقیقت جدا جدا تین دین نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اسی ایک کی شاخیں ہیں۔ وَاللّٰهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ اور اللہ ٹھیک بات کہتا اور وہی سیدھی راہ دکھاتا ہے"

حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ اکابر مشائخ میں سے گزرے ہیں۔ آپ کا قول ہے:۔

كُلُّ بَاطِنٍ يُخَالِفُهُ الظَّاهِرُ فَهُوَ بَاطِلٌ

"جس باطن کا ظاہر مخالف ہو۔ وہ باطن باطل ہے"

حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کا قول

کتاب سیر المشائخ میں باطن کے سلسلہ میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ حضرت بہاؤ الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ ملتانی حسب معمول صبح کی جماعت میں شریک ہوئے۔ امام ایک رکعت پڑھا چکا تھا اس لئے دوسری رکعت میں شریک ہو گئے اور تشہد کے بعد امام کے سلام پھیرنے سے پہلے کھڑے ہو

Marfat.com

ہو گئے۔ اور اپنی پہلی چھوٹی ہوئی رکعت پڑھنے لگے۔ جس وقت انہوں نے سلام پھیرا، تو امام نے کہا: "اے شیخ! امام کے سلام پھیرنے سے پہلے مقتدی کو اٹھنا جائز نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے، سجدہ سہو باقی ہو اور امام کی متابعت فوت ہو جائے۔" شیخ نے جواب دیا۔ "اگر نورِ باطن سے پتہ لگ جائے کہ امام کے ذمہ کچھ باقی نہیں، تو ایسی صورت میں سلام سے پہلے اٹھنے میں کیا مضائقہ ہے۔" امام نے کہا: "ہرگز جائز نہیں۔ جو نور کہ شریعت کے مخالف ہو وہ نور نہیں تاریکی ہے۔" اس پر حضرت شیخ نے کہا "آمنّا!"

شیخ ابو عبداللہ حارث بن اسدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

شیخ ابو عبداللہ حارث بن اسدی محاسبی رحمۃ اللہ علیہ متقدمین اہل طریقت کے علماء میں سے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:۔

مَنْ صَحَّحَ بَاطِنَهُ بِالْمُرَاقَبَةِ وَالْإِخْلَاصِ زَيَّنَ اللّٰهُ ظَاهِرَهُ بِالْمُجَاهَدَةِ وَاتِّبَاعِ السُّنَّةِ ؕ

"جس کا باطن مراقبہ و اخلاص سے درست ہو گیا۔ اس کا ظاہر اللہ تعالیٰ اتباعِ سنت و مجاہدہ سے مزین فرما دیتا ہے۔"

حضرت ابو حفص کبیر حداد رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ابو حفص کبیر حداد رحمۃ اللہ علیہ جو اس طریقہ کے اعلیٰ مرتبت لوگوں میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

مَنْ لَّمْ يَزِنْ أَحْوَالَهُ وَأَقْوَالَهُ وَأَفْعَالَهُ بِمِيْزَانِ الْكِتٰبِ وَالسُّنَّةِ وَلَمْ يَتَّهِمْ خَوَاطِرَهُ فَلَا تَعُدَّهُ فِيْ دِيْوَانِ الرِّجَالِ۔

"جو شخص اپنے اقوال، احوال اور افعال کو کتاب و سنت کے ترازو میں

نہیں تولتا ۔یعنی ان کے مطابق نہیں رکھتا ، اور نفسانی خواہشات کے اتباع کو بُرا نہیں سمجھتا ۔ اسے مُردوں کی فہرست میں شمار مت کرو"۔

حضرت ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

سلطان العارفین ابویزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

لَوْ نَظَرْتُمْ اِلٰی رَجُلٍ اُعْطِیَ اَنْوَاعًا مِّنَ الْکَرَامَاتِ حَتّٰی یَتَرَبَّعَ فِی الْهَوَآءِ اَوْ مَشٰی عَلَی الْمَآءِ فَلَا تَغْتَبِرُوْا بِهٖ حَتّٰی تَنْظُرُوْا کَیْفَ تَجِدُوْنَهٗ عِنْدَ الْاَمْرِ وَالنَّهْیِ وَحِفْظِ الْحُدُوْدِ وَاَدَاءِ اَحْکَامِ الشَّرِیْعَۃِ ۔

" اگر تمہیں کوئی ایسا شخص نظر آئے جو تمہاری دانست میں بے شمار کرامتیں رکھتا ہے ۔یہاں تک کہ ہوا میں اُڑ سکتا اور پانی کی سطح پر چل سکتا ہے مگر جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ امر و نہی ، حدود شرعی کی حفاظت اور احکام اسلامی کی پابندی میں کیسا ہے ۔ اس پر ہرگز اعتبار مت کرو"۔

حضرت جُنید بغدادی علیہ الرحمۃ کا قول

امامِ طریقت ، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :-

اَلطُّرُقُ اِلَی اللّٰهِ بِعَدَدِ اَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ وَکُلُّهَا مَسْدُوْدَۃٌ عَلَی الْخَلْقِ اِلَّا عَلٰی مَنِ اقْتَفٰی اَثَرَ الرَّسُوْلِ

" اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے بے شمار راستے ہیں ۔ مگر یہ تمام بند ہیں ۔ صرف ایک کھلا ہے ۔ یعنی جس میں رسولؐ کی متابعت پائی جائے "۔

حاصل کلام یہ کہ تمام بزرگوں پر سنتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور امر و نہی پر استقامت واجب ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس امر کی بیّن دلیل ہے :-

Marfat.com

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ

ظاہر اور باطن دونوں طرح کے گناہ چھوڑ دو۔

یعنی شریعت کی مخالفت کرنا ظاہر طور پر بھی منع ہے۔ اور باطنی طور بھی۔ اور شریعت کی ظاہر یا باطنی طور پر خلاف ورزی کرنے والے کی متابعت کرنا بھی گناہ ہے۔

حضرت ابراہیم بن میسرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا :-

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلٰی هَدْمِ الْاِسْلَامِ (بیہقی در شعب الایمان) ۔

" جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی، اس نے (گویا) دین حقہ اسلام کی تباہی اور بربادی میں امداد دی۔"

یعنی کسی بدعتی کی کبھی بھی عزت و توقیر نہ کرنی چاہیے۔ کیونکہ بدعت کی عزت کرنا درحقیقت اسلام کی تذلیل و تحقیر کرنا ہے۔

مشائخ کا حزم و احتیاط

اس سلسلہ میں اکابر شائخ کے حزم و احتیاط کا عجیب حال تھا۔ لکھا ہے کہ حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ بہت ہی عبادت گزار شخص تھے۔ ہزار نفل ایک رات میں پڑھا کرتے تھے۔ مگر باوجود اس زہد و عبادت کے جب انہوں نے انا الحق کہا، تو سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور وقت کے دوسرے مشائخ نے ان کو گردن زدنی قرار دیا۔

اخبار الاخیار میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے شیخ ابن منصور حلاج کی نسبت دریافت کیا گیا، تو آپ نے فرمایا "وہ مردود

Marfat.com

ہے۔ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جو مقتدا لئے وقت تھے، ان کو مردود کہا۔ اور آپ کا فتویٰ سب کا فتویٰ ہے"۔

اسی کتاب میں سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

"منصور کی کسی شخص نے اصلاح نہ کی۔ اگر میں اس وقت موجود ہوتا تو اُن کی اصلاح کرتا اور نوبت یہاں تک نہ پہنچتی"۔

غرض اس قصہ سے یہ ثابت ہوا کہ جس چیز کو آج پیر پرست حق سمجھتے ہیں ان کے بزرگوں کے نزدیک وہی باطل تھی۔ اور جو لوگ پیغمبرِ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے مخالف ہیں، وہ مشائخ و بزرگانِ دین کے طریقہ کے بھی مخالف ہیں، اور ایسے لوگوں کا اپنے آپ کو محبِ مشائخ کہنا بھی غلط ہے۔

يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ (آل عمران)

"جو بات منہ سے کہتے ہیں۔ وہ ان کے دل میں نہیں ہے"۔

اس جماعت کی حماقت کا عجیب حال ہے۔ کہ جب آیات، احادیث اور آثارِ مشائخ سے دلائل پیش کئے جاتے ہیں، تو روافض کی طرح لاجواب ہو کر کہتے ہیں۔ کہ وہ اولیاء ایسی باتوں کو مخفی رکھتے اور اپنے خاص الخاص لوگوں کو بتاتے تھے۔ خیال کرو۔ یہ کہہ کر گویا وہ اپنے بزرگوں پر تقیۃ کی تہمت لگاتے ہیں۔ آنحضرت صلعم نے حدیث میں اس کا بھی جواب دے دیا ہے کہ اُمورِ دینیہ کی صحت کا مدار سماعت اور شہرت پر ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے:۔

يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَإِيَّاكُمْ

وَاِیَّاھُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ)

"آخری زمانہ میں کئی دجّال اور کذاب پیدا ہوں گے۔ جن سے ایسی باتیں سنو گے جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے نہ سنی ہوں گی۔ پس ان سے بچنا۔ کہیں فتنہ میں ڈال کر تمہیں گمراہ نہ کر دیں!"

لفظ دجالون پر غور کرو۔ ان کی دجالیت یہ ہے۔ کہ وہ من گھڑت روایات میں اپنی خوارق عادات کو ایسی عیاری کے ساتھ ملائیں گے۔ کہ وہ کرامت معلوم ہوں گی۔ اور اس طرح سے لوگ ان کے پنجہ میں پھنس جائیں گے۔ آنحضرت صلعم نے ان سے بچنے کی تدبیر یہ بتائی ہے۔ کہ سُنّت کی پیروی کی جائے۔ چنانچہ اس کی ترغیب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ:۔

مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِیْ عِنْدَ فَسَادِ اُمَّتِیْ فَلَهٗ اَجْرُ مِائَةِ شَهِیْدٍ ؕ

"جو شخص فساد کے وقت میری سُنّت کی متابعت کرے گا۔ اس کے لئے سو شہید کا ثواب ہے۔"

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے زمین پر ایک خط کھینچا اور فرمایا ھٰذَا سَبِیْلُ اللّٰہِ یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اس کے دائیں بائیں خط کھینچے اور فرمایا ھٰذِہٖ السُّبُلُ عَلٰی کُلِّ سَبِیْلٍ مِنْهَا الشَّیْطَانُ یَدْعُوْا اِلَیْهِ۔ ان راستوں میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہے۔ جو اپنی طرف بلا رہا ہے۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

ھٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۱۵۳:۶)

Marfat.com

"یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ اس پر چلو۔ دوسری راہوں پر مت چلو۔ ورنہ خدا کی راہ سے ہٹ جاؤ گے۔ یہ خدا کا تاکیدی حکم ہے۔ تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔"

مطلب یہ ہے کہ صراطِ مستقیم پر چلنے کے بغیر شیطانی راہوں سے بچنا محال ہے۔ مشرح سنہ میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ

کہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ اس کی رائے اس چیز کے تابع نہ ہو۔ جو میں لے کر آیا ہوں۔"

یعنی آدمی کو چاہئے کہ معتقداتِ ایمانی میں خواہشِ نفس کی پیروی نہ کرے ورنہ ایمان جاتا رہے گا۔ اور نہ قیودِ شرع سے آزاد ہو۔ ورنہ شیطان کی غلامی میں پھنس جائے گا۔

عقائد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے موافقت ضروری ہے

مخفی نہ رہے کہ دینِ اسلام دو چیزوں پر مشتمل ہے عقائد اور اعمال۔ بلاشبہ یہ مشکل امر ہے۔ کہ ہمارے تمام اعمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اعمال جیسے ہو جائیں۔ پس چونکہ یہ مشکل بات تھی اسلئے شریعت نے ہر شخص کو بقدرِ طاقت و وسعت اس کا مکلف گردانا لیکن عقائد کی حالت اعمال کے مقابلہ میں بالکل مختلف ہے۔ ان میں تو ان کے ساتھ پوری پوری مماثلت پیدا کرنا ہر مسلم کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے۔ اور ادنیٰ سی

Marfat.com

مخالفت کو بھی بے دینی اور گمراہی بتایا گیا ہے۔ کیونکہ عقائد میں نفس کی ادنیٰ سی تابعداری آنحضرت صلعم کے طریقہ سے منحرف کر دیتی ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام سے عقائد میں اختلاف ہی کرنے کا نتیجہ تھا جس نے یہود و نصاریٰ میں اختلاف پیدا کر دیا۔ پھر یہود اکہتر اور عیسائی بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ اسی چیز سے متنبہ کرنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:۔

لَیَاْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّصْنَعُ ذٰلِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی اِثْنَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَّ سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ ؕ

"میری اُمت پر ایک زمانہ آنے والا ہے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ ٹھیک ایسا ملتا جلتا ہوا جیسے ایک جوتی دوسری جوتی کے برابر ہوتی ہے۔ یہانتک کہ بنی اسرائیل میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے بدکاری کی تو مسلمانوں میں بھی ایسا شخص پیدا ہوگا، جو فعل کر کے رہے گا۔ اور بنی اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے، مسلمان تہتر فرقے بن جائیں گے۔ جن میں سے صرف ایک جنتی ہوگا، باقی تمام دوزخی ہیں۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جنتی گروہ کونسا ہے؟ فرمایا اس طریق پر چلنے والے جس پر میں اور میرے صحابہ رضہ ہیں۔"

اس حدیث کو ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع میں روایت

Marfat.com

کیا ہے مسند امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد میں اس کے خاتمہ پر یہ الفاظ بھی ہیں
وَهِيَ الْجَمَاعَةُ وَإِنَّهُ سَيَخْرُجُ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ
يَتَجَارَىٰ بِهِمْ تِلْكَ الْأَهْوَاءُ كَمَا يَتَجَارَى الْكَلْبُ
بِصَاحِبِهِ لَا يَبْقَىٰ مِنْهُ عِرْقٌ وَمَفْصِلٌ إِلَّا دَخَلَهُ ۔

"اور وہ ناجی گروہ ایک جماعت ہے ۔ پھر مسلمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جن میں یہ باتیں (یعنی اسرائیل کی عادتیں) اس طرح سرایت کر جائیں گی جس طرح دیوانے کتے کا زہر آدمی کے جسم میں سرایت کرجاتا ہے کہ وجود میں کوئی رگ و ریشہ اس کے اثر سے بچا نہیں رہتا "۔

حاصل یہ ہے کہ ہوائے نفس کے پیچھے چلنا بے دینی پیدا کرتا ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریق کی متابعت کرنا نجات کا موجب ہے ۔ پس جب یہ صحیح ہے کہ سنت کی متابعت ہی میں نجات، اور اس کی مخالفت ہی میں ہلاکت اور تباہی ہے، تو ہر حال میں اپنے احوال، افعال اور اقوال کو کتاب و سنت کے ترازو پر جانچتے رہنا چاہیئے ۔ بڑے بڑے علماء و مشائخ نے یہی کہا ہے ۔ اور ان کے اقوال اوپر گزر چکے ہیں ۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس وسیع مضمون کو ایک ہی شعر میں ادا کر دیا ہے

خلاف پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

"جس نے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا، تو وہ منزلِ مقصود تک ہرگز نہیں پہنچے گا "۔

بلاشبہ عملی مخالفت معصیت اور گناہ ہے ۔ لیکن اگر اس کے مرتکب کو اپنے قصور کا اعتراف ہو تو پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے یہ گناہ معاف

Marfat.com

ہوسکتا ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے متعلق بھی اشارۃً
فرمایا ہے ؎

نماند بعصیاں کسے در گرو
کہ دارد چنیں سید پیش رو

جو شخص محمد صلے اللہ علیہ وسلم جیسا پیشوا رکھتا ہے۔ وہ گناہوں کے بدلے
عذاب میں گرفتار نہ ہوگا۔

شیخ سعدی کے اس شعر میں پیشرو کا لفظ عمل میں کوتاہی کی طرف اشارہ
کرتا ہے۔ لیکن جو لوگ سرے سے عقیدۂ دین میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کے ساتھ متفق نہیں، تو آپ ان کے پیشرو کس طرح ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ
قرآن مجید میں ہے:۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ
فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا
كَانُوا يَفْعَلُونَ ۝ (۶:۱۶۰)

جن لوگوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے۔ اور خود گروہ گروہ ہو
گئے۔ تو اے نبی آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا معاملہ اللہ کے ہاتھ
میں ہے۔ وہ ان کو ان کی کارگزاریاں بتا دے گا۔

بے دین کے ساتھ ہم نشینی جائز نہیں

اے خدا کے بندو اور اے ریاکار صوفیو! زمانۂ نبوت کو گزرے مدت دراز
ہوگئی اور قرون خیر گزر گئے۔ وہ تینوں دور بھی ختم ہوگئے۔ جن کے تدین و تقویٰ کی
تعریف خود رسالتماب صلے اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ اب یاد رکھنا چاہیے کہ اولیاء

Marfat.com

کرام اور علمائے دین کے اقوال واحوال کا معاملہ (جو اعمال واحوال کہ تواتر کے ساتھ ثقہ راویوں سے مروی بھی نہیں ہیں۔) بالکل اہل کتاب کی روایتوں کے مانند ہو گیا ہے۔ ان روایات کا ایک حصہ قرآن مجید کے موافق ہے۔ دوسرا مخالف ہے اور تیسرا نہ مخالف ہے نہ موافق، ان کے متعلق ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے۔ کہ جو حصہ موافق ہے۔ اس کی تصدیق کرو۔ اور جو مخالف ہے اس کی تکذیب و تردید کرو۔ اور تیسرے حصے سے کچھ سروکار نہ رکھو۔

علمائے ربانی کا ارشاد ہے۔ کہ شعائر اسلام اور فرض اعمال کی مخالفت کرنے والے کو سختی سے سمجھانا چاہئے۔ اس کی بد عملی سے بیزاری کا اظہار کرنا چاہئے۔ اور دینی امور میں سستی کرنے والے کے ساتھ ہمنشینی نہ رکھنی چاہئے کیونکہ ایسا کرنا اس سے پیار کرنے کے برابر ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا فَهُوَ مِنْهُمْ

جس نے کسی قوم کو دوست رکھا۔ وہ انہی میں سے ہے

فاسق فاجر سے بائیکاٹ کرنا چاہئے

یہودیوں میں سبت کے روز مچھلی پکڑنا حرام تھا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے زمانہ میں ان کی تین جماعتیں ہو گئیں۔ ایک وہ جس نے سبت کے دن مچھلیاں پکڑنی شروع کر دیں۔ دوسری وہ جو ان کو منع کرتی رہی۔ اور تیسری وہ جو ان دونوں کے بین بین رہی۔ یعنی پکڑنے والوں کو تو کچھ کہا نہیں لیکن رو کنے والوں کو روکنے سے منع کرتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کا حال یک جا بیان فرمایا ہے :-

اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْٓءِ وَ اَخَذْنَا الَّذِيْنَ

Marfat.com

ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (۷: ۱۶۵)

ہم نے (صرف) اُن لوگوں کو نجات دی جو برائی سے روکتے تھے۔ اور باقی (دونوں ظالم گروہوں) کو سخت عذاب میں پکڑ لیا۔ کیونکہ وہ حکم عدولی کرتے تھے۔

اکثر مفسرین کا خیال ہے کہ عذاب الٰہی سے صرف وہ جماعت بچ سکی جو روکنے والی تھی۔ وہ پہلا سا گروہ جو کہتا تھا کہ:۔

لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا

"تم کیوں بے فائدہ ایسی قوم کو نصیحت کرتے ہو جس کو اللہ سخت عذاب کا مزا چکھا کر ہلاک کرنا چاہتا ہے۔"

تو یہ گروہ نہی عن المنکر کا فرض ترک کرنے کے باعث ظالموں کے ساتھ ہی ہلاک ہو گیا

مسلم کی ایک حدیث

صحیح مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ جب مدافعت کی طاقت نہ ہو اور بالکل بے چارگی کی حالت ہو گئی ہو، تو اس وقت بھی منکرات کے مرتکب سے بغض و عداوت رکھنا ضروریات ایمان سے ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِي أُمَّتِهِ قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ فِي أُمَّتِهِ حَوَارِيُّونَ وَأَصْحَابٌ يَأْخُذُونَ بِسُنَّتِهِ وَيَقْتَدُونَ بِأَمْرِهِ ثُمَّ إِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ

Marfat.com

وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْسَ وَرَآءَ ذٰلِكَ مِنَ الْاِيْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ ؕ

"دنیا میں کوئی نبی نہیں آیا۔ مگر اس کی امت میں حواری اور ایسے لوگ ہوتے جو اس کی سنت پر چلتے اور اس کا حکم مانتے۔ پھر جب یہ لوگ اٹھ جاتے تو ایسے ناخلف پیدا ہوتے ہیں جو ایسی باتیں کہتے ہیں جنہیں خود نہیں کرتے، اور ایسی باتیں کرتے ہیں جنہیں کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ایسے لوگوں کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرنے والا مومن ہے۔ زبان سے جہاد کرنے والا بھی مومن ہے اور دل سے جہاد کرنے والا بھی مومن ہے۔ مگر اس کے بعد رائی کے دانہ برابر بھی ایمان نہیں ہے"

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ سنت کی مخالفت کرنے والے سے محبت رکھنا کفر سے قریب اور ایمان سے دور کر دیتا ہے۔ اور ضمناً یہ بھی ثابت ہو گیا کہ قبروں پر منکرات کا ارتکاب کرنے والوں سے اولیائے کرام کی روحیں اگر ہاتھ اور لسانی جہاد سے قاصر ہیں تو بدرجہ اقل قلبی بغض ضرور رکھتی ہوں گی۔

ایک دلچسپ بحث

حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ ایک دفعہ جوانی کے زمانہ میں مجھے ایک پیر پرست سے جو دین میں ذلیل تھا، گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ کہنے لگا۔ تم لوگ اولیاء کی قدر نہیں جانتے۔ اور انہیں پتھر اور بے خبر سمجھ کر ان کی مزاروں سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ حالانکہ کہا گیا ہے کہ ؎

مردانِ خدا خدا نباشند ۔۔۔ لیکن ز خدا جدا نباشند

یعنی اللہ کے بندے خدا تو نہیں ہوتے لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتے۔

Marfat.com

میں نے کہا۔ وہ انہیں پتھر کیونکر کہہ سکتے ہیں۔ جبکہ انہیں معلوم ہے کہ قرآن مجید میں کہا گیا ہے۔ کہ شہداء فی سبیل اللہ زندہ ہیں، اور پروردگار کے ہاں سے رزق پاتے ہیں۔ ہاں اُن کی پرستش سے ضرور منع کرتے ہیں۔ لیکن اُن کی قبروں کی زیارت کرنے اور اُن کے حق میں دعائے مغفرت کر کے ثواب حاصل کرنے سے نہیں روک سکتے۔ باقی رہی اُن کے مزارات سے فائدہ اٹھانے کی بدعت، تو یہ محض اہلِ قبور کی اختراع ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ کے زمانے سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ بلکہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ تک بھی یہ بات بے اصل سمجھی جاتی تھی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ ایک دفعہ حضرت خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ کی قبر کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر سوچنے لگے کہ خدا جانے میرے آنے کی خبر حضرت خواجہ رح کی روح کو ہوئی بھی ہے یا نہیں؛ ایک آواز سنائی دی:

من آنم بجاں گر تو آئی بہ تن

"تو جسم کے ساتھ آیا ہے، تو میں جان سے حاضر ہوں"

اُس نے کہا۔ اس سے یہ کیونکر ثابت ہوا، کہ حضرت سلطان المشائخ رح کے زمانہ میں قبروں سے استفادہ کا طریق رائج نہیں تھا۔ میں نے کہا۔ آپ کا اس شک میں پڑ جانا کہ آیا میرے آنے کی اطلاع اُن کو ہوئی بھی یا نہیں یہی اس بات کا ثبوت ہے۔ اگر آپ کا معمول ہوتا تو ایسا شک ہی کیوں کرتے؟

اس نے کہا۔ اچھا۔ باقی تمام بزرگ تو قائل ہیں۔ کیونکہ کسی سے انکار مروی نہیں۔

میں نے کہا۔ لو سنو۔ حضرت خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

تو تا کے گورِ مرداں را پرستی
بگرد و کارِ مرداں کُن درستی

"تُو قبروں کی پرستش کب تک کرے گا۔ جا اِن بزرگوں کی پیروی میں اپنی عاقبت درست کر!"

اُس نے کہا۔ استفادہ اور چیز ہے اور پرستش اور چیز۔

مَیں نے کہا۔ اچھا استفادہ کا طریقہ بتاؤ۔

اُس نے کہا۔ جیسے زندہ بزرگ کی صحبت میں مؤدبانہ طریق سے بیٹھ کر اُس کی باطنی توجہ سے باطنی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ویسے ہی اُس کی مزار سے بھی ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ قول ہے:۔

اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا یَمُوْتُوْنَ۔

"اولیاء اللہ مرتے نہیں۔"

مَیں نے کہا۔ یہ قول تمہارے دعویٰ کی دلیل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُمُورِ دینیہ کی دلیل تو صرف کتاب اللہ، سُنّتِ رسول اللہ اور اجماعِ اُمّت ہے۔ نہ زید، بکر اور عمرو کے اقوال، اور یہی مذہب اُن بزرگانِ سلف کا ہے جن کا قول قابلِ اعتبار ہے۔

مشائخ کا فعل حُجّت نہیں

چنانچہ اخبارالاخیار میں لکھا ہے، کہ ایک دفعہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مریدوں نے مجلس منعقد کی جس میں دف بجا کر گانے والوں کا گانا سُنا، تو حضرت شیخ نصیرالدین محمود رحمۃ اللہ علیہ مجلس سے اُٹھ کر چلے گئے۔ دوستوں نے بٹھانا چاہا مگر نہ بیٹھے۔ اور فرمایا۔ یہ کام سُنّت

Marfat.com

کے خلاف ہے۔ دوستوں نے کہا۔ کیا آپ سماع کے خلاف ہیں؟ حالانکہ آپ کے پیرومرشد اس کے جواز کے قائل تھے؟ تو آپ نے فرمایا۔ "مشائخ کا کوئی فعل شرعی حجت نہیں ہو سکتا۔ دلیل کتاب وسنت سے ہونی چاہیئے" لکھا ہے کہ "اس بات کا ذکر شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں ہوا۔ تو حضرت شیخ نے فرمایا۔ "نصیر الدین نے سچ کہا"۔ اس شخص نے کہا۔ "میں نے سنا ہے۔ کہ حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد شیخ نصیر الدین سماع کے قائل ہو گئے تھے"۔

میں نے کہا۔ خیر المجالس میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک بزرگ نے آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ "یہ کس طرح جائز ہے کہ باجہ بجے اور رقص و ناچ ہو"۔ تو آپ نے فرمایا۔ "باجہ بالاجماع ناجائز ہے"۔ پھر فرمایا۔ "بھلا ایک شخص مقام طریقت سے گر جائے (مزامیر سنے) تو شریعت میں تو رہے گا۔ لیکن اگر شریعت سے بھی نکل گیا تو سوائے جہنم کے کہاں جائے"۔

پھر فرمایا۔ "پہلے تو مطلق سماع ہی میں اختلاف ہے۔ بعض مشائخ نے اسے چند شرائط کے ساتھ خاص الخاص لوگوں کے لئے مباح کہا ہے۔ اور وہ بھی بغیر ساز کے۔ ساز کے ساتھ سننا تو بالاجماع حرام ہے"۔

اس نے کہا۔ "شیخ موصوف نے مزامیر تو سنا ہے۔ راگ کے متعلق معلوم نہیں سنا ہے یا نہیں؟"

میں نے کہا۔ "اگر انہوں نے ایسا کیا ہے۔ تو انہی کا قول ہے کہ "مشائخ کا کوئی فعل شرعی حجت نہیں ہے"۔ حجت صرف کتاب وسنت ہے۔ اور ممکن ہے چونکہ حدیث سے دف بجانے کا جواز نکلتا ہے۔ اس لئے انہوں نے ایسا کر لیا ہو۔ مگر خواجہ بہاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے راگ بالجبر کے متعلق تو یہ فرمایا ہے کہ

Marfat.com

نہ مَیں یہ کام کرتا ہوں اور نہ اس کا انکار کرتا ہوں۔ نہ ساز کے ساتھ سماع کرتا ہوں نہ بغیر ساز کے۔"

مَیں نے کہا "ہم اصل مسئلہ سے دُور چلے گئے۔ آپ نے تو قبروں سے فائدہ حاصل کرنا ثابت کرنا تھا!"

اس نے کہا۔ "اس موضوع پر بے شمار کتابیں لکھی ہوئی موجود ہیں۔ شاید آپ نے دیکھی نہیں؟"

مَیں نے کہا "مجاورانِ قبور کی بہت سی تصنیفیں ہیں۔ جن میں بزرگوں پر افتراء پردازی کی ہوئی ہے۔ چنانچہ خیر المجالس کے حوالہ سے اخبار الاخیار میں لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک شخص نے شیخ نصیر الدین محمود رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا۔ کہ خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں لکھا ہے۔ کہ خواجہ صاحب موصوف نے فرمایا کہ درگاہ میں یا دس بکریاں ذبح کرنا ایک انسانی قتل کے برابر ہے۔ یہ سن کر شیخ موصوف نے فرمایا۔ خواجہ صاحب ہارونی نہیں تھے ہرونی تھے۔ ہرون ایک بستی کا نام ہے۔ جو آپ کا وطن تھا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ یہ الفاظ خواجہ صاحب کے نہیں ہو سکتے۔ میں نے اور بھی اس قسم کی باتیں ان سے متعلق سُنی ہیں۔ مگر یہ سراسر بہتان و افتراء ہے۔" پھر فرمایا "حضرت شیخ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میں نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ کیونکہ شیخ فرید الدین اور شیخ قطب الدین اور دوسرے چشتی خواجگان رحمۃ اللہ علیہم نے بھی کوئی کتاب نہیں لکھی جو مجھ سے بہتر تھے۔"

اس نے کہا "اس کی کیا وجہ ہے۔ دیگر علماء نے تو کئی کتابیں لکھی ہیں۔ ان کو کس بات نے روکا؟"

مَیں نے کہا "شاید اس بات نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کتاب نہیں لکھی۔ مزید برآں یہ خیال ہوگا کہ بزرگانِ سلف کی تصنیفیں

Marfat.com

لوگوں کی ہدایت کے لئے کافی ہیں۔"

اس نے کہا "صوفی کے لئے مذہب کے طریقے کی رعایت ضروری نہیں۔ مقولہ ہے کہ الصُّوفِی لَا مَذْھَبَ لَہٗ (صوفی کا کوئی مذہب نہیں ہوتا) اور مولانا رُوم فرماتے ہیں سے

ملّتِ عشق از ہمہ ملّت جدا است
عاشقاں را مذہب و ملّت خدا است

(مذہبِ عشق تمام مذہبوں سے نرالا ہے۔ عاشقوں کا مذہب و ملّت، خدا ہی ہے)

میں نے پوچھا "کس طریقہ سے تعلق رکھتے ہو؟"

اُس نے کہا "تینوں سے۔ مگر سلطان المشائخؒ کے ساتھ بڑی محبت ہے"

میں نے کہا "فوائد الفواد دیکھی ہے؟ جس میں حضرت سلطان المشائخ کے حالات نہایت خوبی سے لکھے ہیں؟"

اُس نے کہا "ہاں دیکھی ہے۔ یہ کتاب فقراء کے نزدیک قرآن مجید کے بعد سب سے بلند درجہ رکھتی ہے۔"

میں نے کہا "اِس کتاب میں لکھا ہے۔ کہ حضرت سلطان المشائخ بزرگانِ سلف کا مذہب رکھتے تھے۔ عقائد و اعمال میں انہیں کی پیروی کرتے تھے۔ محرّماتِ الٰہیہ کو بڑی وضاحت سے بیان فرماتے تھے۔ اور اپنے مریدوں کو بھی اسی طریق پر چلنے کی ہدایت فرماتے تھے۔ اس کتاب کے مصنف حضرت حسن سنجریؒ نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ حضرت سلطان المشائخؒ کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا کہ حضور! آپ کے مرید فلاں جگہ ساز سُن رہے ہیں۔ یہ سُن کر آپ نے فرمایا کہ میں نے تو ان کو منع کر دیا تھا۔ اگر باز نہیں آتے تو بُرا کرتے ہیں۔"

اسی کتاب میں آگے لکھا ہے۔ کہ ایک دفعہ فرمایا۔ اگر مردوں اور عورتوں کی ایک جماعت، امام کے پیچھے نماز پڑھ رہی ہو اور امام بھول جائے، اور مردوں کو اس کی خبر نہ ہو، تو عورتوں کو سبحان اللہ تو کہنا ہی نہیں چاہئیے، تاکہ اُن کی آواز غیر مرد نہ سنیں، اور میرے نزدیک تو یہ بھی جائز نہیں کہ کوئی عورت تالی بجائے۔ کیونکہ یہ بھی لہو میں داخل ہے۔ البتہ ایک ہاتھ کی ہتھیلی دُوسرے ہاتھ کی پُشت پر مار سکتی ہے۔" الغرض کھیل کُود کی باتوں سے سخت پرہیز کرتے حتّٰی کہ کسی کے دروازہ پر دستک دینے سے بھی احتیاط کرتے۔ اور فرماتے "اگر ایک شخص طریقت سے گر جائے تو شریعت میں رہے گا۔ لیکن اگر شریعت سے بھی خارج ہو جائے تو کہیں کا نہ رہے گا"

اور اسی کتاب میں آپ سے منقول ہے کہ "قیامت کے دن ایک شخص سے سوال ہوگا۔ کیا تُو نے سماع سُنا تھا؟ وہ کہے گا۔ ہاں یا اللہ! پھر کہا جائے گا کیا مضامین سماع کو تُو نے ہمارے اوصاف سمجھا؟ وہ اس کا بھی اثبات میں جواب دے گا۔ تو اللہ تعالےٰ فرمائے گا کہ شاعروں کے بیان کردہ اوصاف تو حادث تھے، اور ہماری ذات قدیم ہے۔ پھر تم نے حادث کا اطلاق غیر حادث پر کیونکر درست سمجھا؟ عرض کرے گا یا رِ خدایا! تیرے ساتھ محبت کی وجہ سے۔ اس پر اللہ تعالےٰ فرمائے گا۔ اگر محبت کی وجہ سے ایسا کیا تو معاف کرتا ہوں" یہ بیان کر کے آپ رو پڑے۔ اور فرمایا۔ غور کرو جب اللہ تعالیٰ اپنی محبت کے متوالوں سے اس طرح باز پُرس کرے گا تو دوسروں کا کیا حال ہوگا!

شاہ صاحب فرماتے ہیں۔ مَیں نے کہا۔ اے بھائی تمہارا کلام موضوع سے پھر دُور جا پڑا۔ آپ نے فرمایا تھا۔ جس طرح زندہ پیر سے استفادہ ہو سکتا ہے، اسی طرح پیر کی قبر سے بھی ہو سکتا ہے۔ مگر میں نے آپ سے عرض کیا تھا

Marfat.com

کہ یہ خیال آپ کے ذہن میں کس طرح قرار پا گیا ہے۔ جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین سے اس کا ثبوت مذکور نہیں ہے۔

قبلۂ توجہ خانہ کعبہ ہے، نہ قبر

اس نے کہا: "ان لوگوں سے تو ہمیں بھی اتفاق نہیں جو اہلِ قبور کو مستقل قادر بر کرامات سمجھ کر باطنی فائدہ کے لئے اور قلبی و لسانی ذکر کے وقت ان کی قبروں کو قبلۂ توجہ بناتے اور توجہ الی اللہ کا واحد ذریعہ گردانتے ہیں ایسے لوگ تو یقیناً باطل پر ہیں۔ لیکن جو شخص قبر کی بجائے صاحبِ قبر کی روح کو قبلۂ توجہ بنا کر ذکرِ الٰہی کرے تو اس کے جواز میں کیا کلام ہے، وہ تو بلکہ رحمتِ الٰہی کا زیادہ مستحق ہونا چاہیئے"

میں نے کہا: "دیکھو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ آپ کی زندگی میں قبلۂ توجہ بنایا، نہ بعدِ وفات آپ کی روح کو یہ منصب دیا۔ قبلۂ توجہ تو خود پیغمبرِ اسلام صلے اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام اور آپ کی تمام اُمت کے لئے صرف خانہ کعبہ قرار دیا گیا ہے۔ اس کے سوا کسی بشر کو اجازت نہیں کہ کسی آدمی کی رُوح کو قبلۂ توجہ بنا کر مشغولِ ذکرِ الٰہی ہو۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کسی چیز کو قبلۂ توجہ بنانا گویا نئی شریعت ایجاد کرنا ہے۔ اللہ کے دین کی اشاعت اللہ ہی کے حکم کے مطابق عمل کرنے سے ہو سکتی ہے، نہ کہ اس کے خلاف کرنے سے۔"

اس نے کہا: "تو کیا متاخرین نے اس معاملہ میں غلطی کھائی ہے؟"

میں نے کہا: "اگر متاخرین نے نہیں کھائی تو کیا متقدمین نے کھائی ہے؟"

Marfat.com

جن میں تابعین رحمہم اللہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی داخل ہیں، کہ اختیاری قبلہ چھوڑ کر مجبوری قبلہ اختیار کیا۔ اور اتنی بڑی پابندی اپنے سر لے لی"۔

اس نے کہا "میرے نزدیک کسی نے خطا نہیں کی۔ بات یہ ہے کہ متقدمین نے اگر ذکر و دُعا کے وقت ارواح و وسائط کے فیض سے بے اعتنائی کی۔ تو اس زمانے کے لئے وہی ٹھیک تھا۔ اور اگر متاخرین نے استفادہ کا مسئلہ ایجاد کیا تو اس وقت یہی موزون ہے"۔

پہلی دلیل

مَیں نے کہا " اس سے تو یہ ثابت ہوا۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اب بھی دین میں نسخ جاری ہے۔ اور احکام میں تغیر و تبدل ہو سکتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ دین کو مکمل اور نسخ و تبدیلی کو بند فرما چکا ہے۔ ارشاد ہے:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ؕ (مائدہ)

"مَیں نے آج تمہارے لئے دین کو مکمل کر دیا۔ تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور دین اسلام کو تمہارے لئے پسند فرما لیا ہے"۔

اُس نے کہا، آگے بھی تو پڑھئے:۔

فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

"پس جو شخص گناہ کی طرف مائل ہونے والا نہیں۔ اگر بھوک کی وجہ سے بے قرار ہو کر ایسا کرے (یعنی حرام کھالے) تو اللہ تعالےٰ بخشنے والا مہربان ہے"۔

یعنی دینِ اسلام میں جب طرح حرام اور حلال مقرر ہو چکا ہے۔ مگر پھر بھی اضطرار و

اضطراب کی حالت میں حرام چیز سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ اسی طرح دورِ اوّل کے مقابلہ میں جو آفتابِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے انوار سے پوری طرح منور تھا، یہ زمانہ جب کہ اندھیری رات جیسے تاریک فتنوں کے ظہور نے بنی نوع انسان کے قلوب کو بالکل بے نور کر دیا ہے۔ اضطرار کا زمانہ ہے۔ اس لئے اگر آج ارواحِ بزرگاں سے نور حاصل کر لیا جائے تو جائز ہے۔ تاکہ خدا کی راہ (صراطِ مستقیم) پر چلنے میں مدد ملے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

إِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْأُمُوْرِ فَاسْتَعِيْنُوْا بِأَهْلِ الْقُبُوْرِ

(جب کسی امر میں پریشانی ہو، تو اہلِ قبور سے مدد مانگ لیا کرو)"

میں نے کہا "ٹھیرو، ٹھیرو! یہ جو کچھ تم نے پڑھا ہے، حدیث نہیں ہے مجاوروں کا قول ہے۔ جسے تحصیلِ نذر و نیاز کے لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بالکل جھوٹ موٹ منسوب کر دیا ہے۔ کتبِ صحاح میں اس کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔ محدثین و صوفیائے محققین رحمہم اللہ علیہم نے کہا ہے کہ یہ قول اور اس قسم کے دوسرے اقوال مثلاً

إِذَا أَعْيَتْكُمُ الْأُمُوْرُ فَعَلَيْكُمْ بِأَصْحَابِ الْقُبُوْرِ

یعنی جب تمہیں مشکلات تھکا دیں، تو اہلِ قبور سے مدد مانگ لیا کرو۔

اور:-

لَوْ حَسَّنَ أَحَدُكُمْ ظَنَّهُ بِالْحَجَرِ لَنَفَعَهُ

یعنی اگر کسی کو پتھر پر بھی اعتقاد ہو تو وہ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

یہ سب قبر پرستوں کی بنائی ہوئی باتیں ہیں۔ اور ان کی تردید "راہِ مستقیم" اور "مجالس الابرار" وغیرہ میں موجود ہے۔

Marfat.com

باقی رہا آپ کا یہ خیال کہ فتنہ کے زمانہ میں بزرگوں کی ارواح سے نور حاصل کرنا جائز ہے، تو یہ بالکل لغو خیال ہے۔ چہ جائیکہ سلف نے اس کی تائید کی ہو۔ آنحضرت صلعم نے ایسے زمانہ میں فتنہ سے بچنے کے لئے صرف کتاب وسنت کی پیروی کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ اضطرار کی حالت میں ملائکہ یا ارواح سے نور حاصل کیا جائے۔ چنانچہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ میں نے پوچھا۔ لیلۃ القدر میں کیا دعا مانگوں؟ تو فرمایا۔ یہ دعا کیا کرو:۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّیْ

"اے اللہ تو معاف کرنے والا ہے، اور معافی کو پسند کرتا ہے۔ مجھے معاف کر دے۔"

حالانکہ لیلۃ القدر وہ رات ہے جس میں ملائکہ اور ارواح کا نزول قرآن مجید سے ثابت ہے:۔

لَیْلَۃُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَھْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ فِیْھَا بِاِذْنِ رَبِّھِمْ مِّنْ کُلِّ اَمْرٍ سَلٰمٌ (۹۷ : ۳)

"لیلۃ القدر ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اس میں فرشتے اور روح، اللہ کے حکم سے ہر امر خیر لے کر اترتے ہیں۔"

اور تمہارا یہ کہنا، کہ اضطرار کی وجہ سے ارواح کو قبلہ توجہ بنانا جائز ہے، بالکل غلط ہے۔ کیونکہ شرک یا مشابہ شرک تو ہر زمانہ میں حرام ہے۔ غور کرو۔ وہ کلمہ کفر جو اضطرار کی حالت میں جان بچانے کے لئے کہنا جائز ہے۔ اس کے ساتھ بھی یہ شرط لگا دی گئی ہے کہ صرف زبان سے کہے، دل سے اس پر یقین نہ رکھے۔ کیونکہ دل سے کسی چیز کو مان لینا اضطرار میں داخل نہیں ہے۔ اضطرار کی کیفیت تو یہ ہے کہ کوئی ظالم شخص جان مارنے کی دھمکی دے اور مظلوم

Marfat.com

معلوم کرے۔ کہ حرام عمل کے ارتکاب کے بغیر چھٹکارا نہیں۔ تو اس عمل کا ارتکاب کرلے۔ مگر دل سے پھر بھی نفرت ہو رہے۔ اگر ایسا نہیں کرے گا، تو خدا کے غصہ کا مستحق ہوگا جیسا کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے :-

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (۱۶:۱۰۶)

"جو کوئی ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ کا انکار کرے ماسوا اس شخص کے کہ جس پر زبردستی کی گئی ہے مگر اس کا دل ایمان پر قائم ہے، تو اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے، لیکن جو شخص دل کھول کر انکار کرے، تو ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب ہے۔ اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔"

اس آیت پر غور کرو۔ میں نے صرف تمہارے سمجھانے کے لئے لمبی تقریر کی ورنہ خود تمہاری پیش کردہ آیت تمہارے لئے شافی جواب ہے۔ کیونکہ وہ آیت فطرت انسانی کی صحیح ترجمان ہے۔ ارشاد ہے :-

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ (۵:۶)

پس جو شخص بھوک سے بے قرار ہو، اور گناہ کی طرف مائل نہ ہو (تو اسے کیا کرنے کی اجازت ہے)

یعنی مضطر اگر عمداً گناہ کا ارتکاب کرنا چاہتا ہے۔ یا علانیہ شریعت کی مخالفت کرنے پر کمربستہ ہے۔ تو اس کی بھی ہرگز بخشش نہیں ہوگی۔ وعدۂ مغفرت صرف ایسے شخص کے ساتھ ہے جو اضطرار کی حالت میں بھی گناہ کی طرف مائل نہ ہو۔

سنو! یہ خیال کہ کسی بزرگ کی روح اس دنیا سے رحلت و انتقال کے بعد درخواست کرنے سے کسی کی ہدایت کی طرف متوجہ ہوجاتی یا اس پر غور و فکر

کا اقرار کرتی ہے"۔ نرا گمان ہی گمان ہے۔ کوئی حقیقت نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔
اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (۶، ۱۱۷)
وہ نرے وہم کی پیروی کرتے ہیں۔ اور اٹکل پچو مارتے ہیں۔

دُوسری دلیل

اُس نے کہا۔ یہ آیت تو بدگمانی کرنے والوں کے حق میں نازل ہوئی ہے
مگر ہم حسنِ ظن رکھتے ہیں۔ جس کی تعریف اس حدیثِ قدسی میں ہے۔ کہ:۔
اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ
میں اپنے بندے کے ساتھ اُس کے ظن کے مطابق برتاؤ کرتا ہوں۔

اس کا جواب

مَیں نے کہا۔ یہاں تو بِیْ (میرے ساتھ) فرمایا گیا ہے نہ کہ بِقَبْرِ عَبْدِیْ
(میرے بندے کی قبر کے ساتھ)
اُس نے کہا ہم فقیر لوگ جھگڑا نہیں کرتے۔
مَیں نے کہا۔ خوب! اب تک فقیر لوگ کیا کرتے رہے؟

تیسری دلیل

اس نے کہا۔ ایک صحیح حدیث ہے۔ يَا عِبَادَ اللهِ فَاَعِيْنُوْنِيْ (اے
اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔) اس کے متعلق کیا خیال ہے۔ یہ تو صاف طور پر
بزرگانِ خدا سے مدد مانگنے پر دلالت کرتی ہے؛ اور استفادہ بھی استعانت
ہی کی ایک قسم ہے"۔

اس کی تشریح

میں نے کہا، تم نے اسے صحیح حدیث کیونکر مان لیا۔ درآنحالیکہ محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں اور امام مسلم اور دیگر اصحاب صحاح ستہ رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی اپنی کتابوں میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اس کا ذکر نہیں کیا۔ یہ حدیث غالباً حصن حصین میں بروایت طبرانی مذکور ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ ہم اس کے معانی پر غور کریں، یہ معلوم کر لینا ضروری ہے کہ آیا طبرانی سے لے کر روایت کنندہ صحابی تک جس قدر راوی ہیں وہ ثقہ بھی تھے یا نہیں؟ اور آیا یہ حدیث متواتر ہے یا مشہور، منقطع ہے یا مرسل اور ضعیف ہے یا صحیح؟ اس کے بعد اس کے معانی پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حصن حصین میں یَاعِبَادَ اللّٰہِ فَاَعِیْنُوْنِیْ کی بجائے اَعِیْنُوْا یَاعِبَادَ اللّٰہِ لکھا ہوا ہوگا۔ پھر اس کے اول و آخر پر غور کرنا بھی لازم ہے نہ کہ بے دین لوگوں کی طرح صرف لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ پر اڑے رہنا۔ جمع الجوامع میں ابو یعلیٰ و طبرانی سے یہ حدیث اس طرح مروی ہے:۔

اِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّۃُ اَحَدِکُمْ بِاَرْضِ فَلَاۃٍ فَلْیُنَادِ یَا عِبَادِ اللّٰہِ احْبِسُوْا عَلَیَّ یَا عِبَادَ اللّٰہِ احْبِسُوْا عَلَیَّ فَاِنَّ لِلّٰہِ فِی الْاَرْضِ حَاضِرًا یَحْبِسُہُ اللّٰہُ عَلَیْکُمْ۔

جب بیابان میں تمہارا کوئی جانور گم ہو جائے تو کہا کرو۔ اے اللہ کے بندو! میرے جانور کو روکو۔ اے اللہ کے بندو! میرے جانور کو روکو۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے زمین پر ایسے لوگ مقرر ہیں۔ جو خدا کے حکم سے تمہارے جانور کو

کو روک رکھیں گے۔"

نیز طبرانی عتبہ بن غزوان سے اِس طرح روایت کرتے ہیں ۔

اِذَا ضَلَّ اَحَدُکُمْ شَیْئًا اَوْ اَرَادَ عَوْنًا وَهُوَ بِاَرْضٍ لَیْسَ بِهَا اَنِیْسٌ فَلْیَقُلْ یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰهِ اَعِیْنُوْنِیْ فَاِنَّ لِلّٰهِ عِبَادًا لَا نَرَاهُمْ۔

"جب تم میں سے کسی کا کچھ جاتا رہے، یا مدد طلب کرنا چاہے اور ایسی جگہ پر ہو جہاں کوئی یار و مددگار نہ ہو، تو یوں کہے، اے اللہ کے بندو! میری امداد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری امداد کرو۔ تو اُس کی امداد کے لئے اللہ تعالیٰ سامان پیدا کر دے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے بندے مقرر ہیں۔ جن کو ہم دیکھ نہیں سکتے۔"

اِن دونوں حدیثوں سے حسب ذیل امور ظاہر ہوتے ہیں :۔

اوّل۔ یہ کہ صرف اُن بندگانِ خدا کو امداد کے لئے پکارنا جائز ہے۔ جو خدا کی طرف سے لوگوں کی امداد کے لئے صحراؤں میں مامور ہیں۔

دوم۔ یہ کہ اس قدر استعانت بھی اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ وہاں زندوں میں سے کوئی یار و مددگار موجود نہ ہو۔

سوم۔ استعانت ایسے امور میں ہو۔ جن میں لوگ ایک دوسرے کی امداد کیا کرتے ہیں۔

چھارم۔ اگر یہ حدیث معتبر ہے تو یہ استعانت خاص بحکم پیغمبر علیہ السلام مشروع ہوگی۔ اور اگر یہ حدیث ہی معتبر نہ ہو، تو صحیح حدیث کی رُو سے اس پر عمل کرنا ممنوع ہوگا۔ جو یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے فرمایا۔ کہ :۔

Marfat.com

وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ

اور جب مدد مانگو تو صرف اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو۔

پھر قرآن شریف میں ارشاد ہے :-

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

یہاں عبادت اور استعانت، دونوں پر الگ الگ لفظ اِیَّاکَ آیا ہے۔ جو حصر کا فائدہ دیتا ہے۔ یعنی اے اللہ! ہماری عبادت اور استعانت صرف تیری ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔

بہرحال اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہِ سے یہ دلیل لینا کہ اہلِ قبور سے مدد مانگنا جائز ہے، قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ اس جملہ سے تو بدرجۂ اقل سامنے سے مدد مانگنے کا جواز نکلتا ہے۔ لیکن بدعتی تو غائب سے مدد مانگنے کے قائل ہیں۔

آنحضرت صلعم نے ان بندگانِ خدا کی زندگی، ان کے فرائض اور ایسے مقامات میں ان کا موجود ہونا واضح فرما دیا ہے۔ بلکہ یہاں تک فرمایا ہے کہ

اِنَّ لِلّٰہِ عِبَادًا لَا تَرَیْھِمْ

اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے موجود ہوتے ہیں جو نظر نہیں آتے۔

لیکن اس کے بالعکس اہلِ قبور کی وفات، رحلت اور اس دنیا سے انتقال و رخصت ایک ثابت شدہ اور مسلّمہ چیز ہے۔

صُوفیوں کی روایت

اور اگر صوفیائے کرام ہی کی روایات پر اعتبار ہو تو سُنو۔ اس حدیث کو صوفیا نے روایت کیا ہے۔ کہ :-

Marfat.com

مَنْ زَارَ حَيًّا وَلَمْ يُرْزَقْ شَيْئًا فَكَاَنَّمَا زَارَ مَيِّتًا

جس شخص نے کسی زندہ بزرگ کی زیارت کی اور اس سے کچھ حاصل نہیں کیا تو اُس نے گویا مُردہ کی زیارت کی۔

ثمرات الحیات میں لکھا ہے۔ کہ صوفیا، اس سے ظاہر طور پر یہ مُراد لیتے ہیں۔ کہ جو کوئی زندہ بزرگ سے ملے اور کھانے کی کوئی چیز نہ پائے تو اسے سمجھنا چاہئے، گویا مُردہ سے ملاقات کی۔ اور اس کا دوسرا مطلب یہ بھی ہے کہ جس نے کسی زندہ ولی کو پایا اور اس سے کوئی باطنی فائدہ حاصل نہ کیا، تو اُس نے گویا مُردے کی زیارت کی"

حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحؒ کے نزدیک یہاں رزق کا لفظ عام معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اور دینی و دُنیوی دونوں فوائد اس میں داخل ہیں لکھا ہے کہ آپ کے ان معنوں پر بعض درویشوں نے اعتراض کیا، اور اس کے معنی محض دُنیوی رزق ہونے کی تائید میں ایک بزرگ کی مثال دی۔ جو اپنے ملاقاتیوں کو ضرور کچھ نہ کچھ کھانے کو دیا کرتے۔ اور جب اس تکلف کی وجہ پُوچھی جاتی تو یہی حدیث پڑھ کر سُنایا کرتے۔

حضرت شیخ نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا کہ حدیث کے الفاظ لَمْ یُرْزَقْ شَیْئًا ہیں۔ ان کی بجائے لَمْ یُرْزَقْ طَعَامًا نہیں ہیں۔ پھر فرمایا کیا تم نے یہ مشہور دُعا نہیں سُنی: اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ عِلْمًا نَافِعًا وَفَھْمًا کَامِلًا (اے اللہ مجھے نفع بخش علم اور پوری سمجھ عطا کر) تو اس میں بھی علم اور سمجھ جیسے باطنی فوائد کے حصُول کے لئے رزق کا لفظ ہی استعمال ہوا ہے۔

اُس نے کہا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو زیارت قبور کا حکم دیا ہے۔ پھر اس میں کیا فائدہ ہے؟

Marfat.com

میں نے کہا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے تو خود ہی اس کا فائدہ بیان فرمادیا ہے۔ کہ اس سے موت اور آخرت یاد آتی ہے۔ مگر جو فائدہ تم ڈھونڈتے ہو، وہ کسی ایسے فقیر کی ایجاد ہے جس نے نذر ونیاز کے طور سے یہ بدعت اختراع کی ہے۔ اور جس کا دعوٰی قریب ہے، کہ کفر ہو جائے۔ کَادَ الْفَقْرُ اَنْ یَکُوْنَ کُفْرًا۔ اس کا فقر وہ فقر نہیں جس کو حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے فخر کہا تھا: اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ، اور جس کی سب سے بڑی صفت ہر بدعت سے اجتناب و پرہیز ہے۔

اصل فقر کیا ہے؟

حضرت سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وصایا میں فرمایا ہے کہ حَقِیْقَۃُ الْفَقْرِ اَنْ لَّا تَفْتَقِرَ اِلٰی مَنْ ھُوَ مِثْلُکَ

(اصل فقر یہ ہے کہ آدمی اپنے جیسے محتاج انسان کے سامنے اپنی ضرورت و حاجت کبھی پیش نہ کرے)

(اور قرآن مجید کی رو سے تمام لوگ اللہ تعالٰی کے محتاج ہیں) ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَی اللّٰہِ (۳۵:۱۵)

(اے لوگو! تم سب اللہ تعالٰی کے محتاج ہو!)

اس نے کہا۔ اس طرح تو ہدایت و ارشاد کا نظام اور پیری مریدی کا سلسلہ بالکل درہم برہم ہو جائے گا اور بزرگان دین پر خطا لازم آئے گی۔ حالانکہ کہا گیا ہے۔ کہ ع

خطائے بزرگاں گرفتن خطا ست

(بزرگوں کی خطا پکڑنا گناہ ہے)

میں نے کہا ۔ اصل یہ ہے کہ جو فعل گناہ ہے وہ کسی بزرگ کے کرنے سے بھی نیکی نہ ہوگا ۔ اور ایسے شخص کی متابعت کرنے والا بھی گنہگار ہی ہوگا ۔ مگر میرے نزدیک اس مصرعہ کا مطلب اور ہے ۔ وہ یہ کہ بزرگوں کی عیب نمائی کے لئے ان پر نکتہ چینی کرنا خطا ہے ۔ کیونکہ ان کی اجتہادی خطائیں قابل عفو و مغفرت ہیں ۔ اور یہ اندیشہ کہ اس سے پیری مریدی کا سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا غلط ہے ۔ دیکھو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی قبر کو عید گاہ بنانے سے منع فرمایا ۔ اور لوگوں کو تاکید فرمائی کہ آپ کی مرقدِ پاک کے ساتھ پرستاری کا ہرگز کوئی معاملہ نہ رکھیں ۔ مگر تاحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری اور متابعت اسی طرح برقرار ہے اور انشاء اللہ رہے گی"

كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ کی تفسیر

اس نے کہا ۔ میں نے اس آیہ :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوا مِنَ الْآخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ (۶۰ : ۱۳)

"اے مسلمانو! اس قوم کو دوست مت رکھو ۔ جس پر اللہ تعالےٰ کا غضب نازل ہوا ۔ وہ لوگ آخرت کے ثواب سے اس طرح مایوس ہیں جس طرح کفار اپنے مُردوں سے مایوس ہیں"

کی تفسیر ایک دن ایک پیر صاحب سے سُنی جو عقیدہ فنا فی الشیخ کے بالکل مطابق تھی ، اُنہوں نے پہلے تو میرے دماغ میں اس آیہ کے متعلق وہ نکتہ ڈالا جو

Marfat.com

متقدمین اور متاخرین کی تفسیروں میں نہیں ملتا۔ فرمایا کہ ایسی قوم سے دوستی مت رکھو جس سے اللہ ناراض ہے۔ اس لئے کہ وہ آخرت کے فوائد سے اسی طرح مایوس ہیں۔ جس طرح پر کہ اُمتِ مسلمہ کے کافر جو اہلِ قبور کے افادہ سے مایوس اور ان سے استفادہ کے منکر ہیں"

مَیں نے کہا "تفسیر تو واقعی نئی ہے۔ مگر سلفِ صالح سے منقول نہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا ہے۔ کہ جس نے اپنی رائے کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کی۔ اس کا مقام جہنم ہے"

اس نے کہا "قرآن پاک کی ساری تفسیر تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول بھی نہیں۔ اس لئے ضروری بات ہے کہ مفسرین نے بھی بعض آیات کے معانی اپنی رائے کے مطابق کرلئے ہوں گے۔ پھر ان کا کیا حال ہوگا؟"

مَیں نے کہا "ضروری بات ہے کہ ان کے بتلائے ہوئے معنی صحابۂ کرامؓ اور تابعین رحمۃ اللہ علیہم کے معنوں کے مخالف نہیں ہوں گے اور اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ موافق رائے بھی ظاہر نہ کی جائے۔ لیکن بتائے پیر کی تفسیر تو صحابہ کی تفسیر کے بالکل ہی مخالف ہے۔ اس لئے اس کی تردید کرنا چاہیئے"

اُس نے کہا "صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اس آیت کے متعلق کیا منقول ہے؟"

اس آیت کی صحیح تفسیر

مَیں نے کہا "یہاں اصحاب القبور سے مراد صحابۂ کرام کے نزدیک مردہ کفار ہیں۔ اور آیہ کا مطلب یہ ہے۔ کہ زندہ کافر اجرِ آخرت سے اسی طرح

مایوس ہیں جس طرح مردہ کافر۔ چنانچہ دُرِ منثور میں ہے کہ اسی آیہ کے متعلق حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا، کہ کُفار آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، نہ اس کی آمد کے اُمیدوار ہیں۔ ان میں سے جب کوئی مرجاتا ہے اور جہنم میں اپنا ٹھکانا دیکھ لیتا ہے، تو مایوس ہوجاتا ہے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس سے مراد وہ مرے ہوئے کافر ہیں، جو آخرت کے ثواب سے مایوس و نا اُمید ہیں۔

اور حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اصحاب القبور سے مراد مرے ہوئے کافر ہیں جنہوں نے آخرت کا معاملہ دیکھ لیا۔

اور حضرت مجاہد اور عکرمہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کفار جب قبروں میں داخل ہوتے ہیں، تو ان عذابوں کو دیکھ کر جو ان کے لئے تیار ہیں، اللہ کی رحمت سے مایوس ہوجاتے ہیں۔

تفسیر ابن جریر

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ کہ کفار میں سے جب کوئی شخص مرجاتا ہے، تو اس کے پسماندگان اس کے دوبارہ جی اُٹھنے سے مایوس ہوجاتے ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا (اس قوم سے دوستی مت رکھو) سے مُراد یہود ہیں جو قیامت کے دن اُٹھائے جانے سے مایوس ہوگئے ہیں۔ جیسے کفار اس بات سے کہ اُن کے مُردے ان کی طرف لوٹ آئیں۔

اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "بیشک یہ لوگ اپنے کفر کی وجہ سے آخرت سے مایوس ہیں۔ جس طرح کافروں کے مُردے قبر میں ثواب آخرت

Marfat.com

سے مایوس ہو گئے ۔ جبکہ ان پر ان کے کرتوت عیاں کئے گئے ۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ” جب کوئی کافر مرجاتا، تو اس کے پسماندگان اس کی واپسی اور اس کے لئے آخرت میں اجر و ثواب کی امید نہ رکھتے

تفسیر مدارک

تفسیر مدارک میں ہے کہ ” زندہ کافر آخرت کے اجر سے ایسے ہی مایوس ہیں ۔ جیسے اُن کے اسلاف جو قبروں میں آخرت کے ثواب سے مایوس پڑے ہیں ۔“

تفسیر معالم التنزیل

تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ ” مغضوب قوم سے مراد یہود ہیں آگے لکھا ہے کہ بعض محتاج مسلمان اُمرائے یہود کو مسلمانوں کی خبریں پہنچایا کرتے اور ان سے اس خدمت کا اجر لے لیا کرتے تھے اللہ تعالے نے ان مسلمانوں کو اس بات سے منع کر دیا ۔ اور فرمایا ” یہ یہودی اجرِ آخرت سے ایسے ہی مایوس ہیں ۔ جیسے مردہ کفار ، جو مرنے کے بعد اجرِ آخرت سے مایوس ہو گئے ۔ مجاہد نے کہا کہ کافر جب قبر میں گئے ، اللہ کی رحمت سے ناامید ہو گئے “ ۔

غرض میں نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی تفسیر تو یہ ہے ۔ اب تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ پیر صاحب کے معانی اُن کے مفہوم سے کس قدر متضاد ہیں ۔

اس نے کہا ” اتنی روایتیں تمہیں کیونکر یاد رہ گئیں “ ؟

میں نے کہا "دو تین روز سے تمہارے سوالات پر غور کر رہا تھا۔ اور خیال تھا کہ شاید یہ آیت تمہارے لئے وسوسہ کا موجب ہو۔ اس لئے معتبر تفاسیر کے حوالے یاد کر لئے۔"

وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ وَهُوَ الْهَادِيْ اِلٰى سَوَاۤءِ الطَّرِيْقِ

"اللہ ہی توفیق دیتا ہے اور راہِ راست دکھاتا ہے!"

مسئلہ توسل

اس نے کہا "تقربِ الٰہی کے لئے بزرگوں کو وسیلہ بنانا کیسا ہے؟"

میں نے کہا "جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (۵: ۲۱)

"مسلمانو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔ اور اس کی راہ میں جہاد کرو تاکہ فلاح پاؤ۔"

لیکن اس آیہ کو استمداد عن القبور سے کوئی تعلق نہیں۔ کسی بزرگ کو وسیلہ بنانے کا یہ مطلب ہے کہ قربِ الٰہی حاصل کرنے کے لئے اس کے اعمالِ حسنہ کی پیروی کی جائے۔ جو کتاب اور سُنّت کے مطابق ہوں۔

آیت کے معنی

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اصل میں ہر شخص کا وسیلہ اس کا اپنا عمل ہے۔ نیک عمل اللہ کی رضا کا وسیلہ اور بُرا عمل اُس کے غضب کا وسیلہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایمان و تقویٰ کا ذکر وسیلہ سے پہلے کیا گیا ہے یعنی

Marfat.com

اے مسلمانو! خدا و رسول کی مخالفت سے بچو اور اللہ تعالےٰ کی طرف اپنے عمل صالح سے وسیلہ ڈھونڈو۔ چنانچہ یہ آیت اس کی تائید کرتی ہے:۔

اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّیِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ یَرْفَعُهٗ (۳۵ : ۱۰)

اچھا کلام اللہ کی طرف چڑھتا اور عمل صالح اس کو بلند کرتا ہے

بعض نے وسیلہ سے قرآن مجید کی تلاوت مراد لی ہے، اور اس پر حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے خواب کا قصہ پیش کیا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا خواب

حضرت امام نے ہزار مرتبہ اللہ تعالےٰ کو خواب میں دیکھا اور ہر مرتبہ یہ سوال کیا کہ بارِ خدایا! تیرا قرب کس چیز سے حاصل ہو سکتا ہے۔ جواب یہی ملتا رہا کہ قرآن مجید کی تلاوت سے۔ حضرت امام رح نے عرض کیا کہ تلاوت بے فہم ہو یا با فہم جواب ملا کہ دونوں طرح کی تلاوت موجب تقرب ہے۔

حُبِ پیغمبر علیہ السلام بھی وسیلہ ہے

بعض علمائے متاخرین نے کہا ہے کہ پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اہلبیت عظام اور اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے ساتھ محبت رکھنا بھی وسیلۂ نجات ہے۔ کیونکہ محبت اعمال قلبی میں سے ہے۔ اس لئے عمل صالح ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے وہ پیار کرتا ہے)۔ اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر شخص قیامت کے دن جس کی معیت چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ پیار کرتا ہے۔

Marfat.com

سجدۂ تعظیمی

اس نے کہا "اچھا، وسیلہ سے مراد عمل صالح ہے۔ تو جہاد فی سبیل اللہ سے کیا مُراد ہے؟ مَیں نے کہا، جہاد فی سبیل اللہ کفار اور نفس نابکار کے خلاف جنگ کرنے کا نام ہے۔ کفار کے خلاف جنگ کرنے کی وجہ تو ظاہر ہے اور نفس امارہ بھی ضرر رسانی میں کفار سے کم نہیں، یہ لذت اور آرائش دُنیا کے سبز باغ دکھا دکھا کر گمراہ کرتا ہے۔ اور خصوصاً اُن لوگوں کو جو عمل صالح کی پروا نہ کرتے ہوئے بزرگوں کو مان لینا ہی تقرب الٰہی کا وسیلہ سمجھتے ہیں۔ یہ سبق سکھا کر صراط مستقیم سے روکتا ہے۔ اور یہ سبق وہ دوسروں کو بھی سکھاتے ہیں کہ "بزرگ اگرچہ مخلوقِ خدا ہیں، تاہم عوام کے لئے بمنزلہ خالق کے ہیں۔ اس لئے ان کی تعظیم کرنا لازم ہے۔" اسی عقیدہ کے تحت یہ لوگ یقین رکھتے ہیں کہ شیخ کی روح ہر چیز سے واقف ہے۔ اور ان میں سے بعض غالیوں نے شیخ کے لئے سجدۂ تعظیمی بھی جائز بنا لیا ہے۔ ان کے نزدیک یہ سجدہ عبادت کے لئے نہیں صرف تعظیم کے لئے ہے۔ کوئی پُوچھے کہ عبادت کے لئے جو سجدہ کیا جاتا ہے، اس میں کیا مسجود کی تعظیم مدِ نظر نہیں ہوتی؟ اگر ہوتی ہے تو دونوں میں کیا فرق رہ گیا؟" اس نے کہا "کیا شیخ کو وسیع العلم ماننا جائز ہے؟"

مَیں نے کہا "بالکل نہیں۔ کیونکہ کامل الاطلاع اور وسیع العلم ہونا اللہ تعالیٰ کی ذات کا خاصہ ہے۔ قرآن مجید میں ذکر ہے کہ امام الحنفا حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوات اللہ تعالیٰ علیٰ نبینا و علیہ السلام نے ان مشرکوں کو جو بزرگوں کی ارواح کو وسیع العلم مانتے تھے یہی دلیل پیش کر کے ڈرایا:-

وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّيْ شَيْـًٔا ۗ وَسِعَ رَبِّيْ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۗ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ۔ (۶:۸۱)

"میں اُن سے نہیں ڈرتا جن کو تم خدا کا شریک بناتے ہو۔ ہاں اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے، تو دُوسری بات ہے۔ میرے پروردگار کا علم ہر چیز پر حاوی ہے۔ کیا تم اس سے نصیحت اندوز نہیں ہوتے؟"

اور حضرت مُوسیٰ علیہ السلام نے سامری اور اس کی جماعت کے رد میں جو گوسالہ پرستی کرتے۔ اور گوسالہ کے پاس مراقبہ اور اعتکاف میں بیٹھتے تھے۔ یہ ارشاد فرمایا کہ:۔

وَانْظُرْ إِلَىٰ إِلَٰهِكَ الَّذِي ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَّنُحَرِّقَنَّهُ ثُمَّ لَنَنسِفَنَّهُ فِي الْيَمِّ نَسْفًا إِنَّمَا إِلَٰهُكُمُ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا (۲۰: ۹۸)

"دیکھ! تیرے گھڑے ہوئے معبود کا اب کیا حال ہوتا ہے۔ جس کی پُوجا پر تو جم کر بیٹھ رہا ہے۔ ہم اسے جلا کر راکھ کر دیں گے۔ اور وہ راکھ سمندروں میں ڈال دیں گے معبود تو تمہارا اللہ ہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ہر چیز پر اپنے علم سے چھایا ہوا ہے۔"

اور فرشتوں کی زبانی اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ وہ یوں دُعا کرتے ہیں کہ:۔

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ (۴۰: ۸)

"اے ہمارے پروردگار! تُو نے ہر چیز کو اپنے علم اور رحمت میں گھیر رکھا ہے۔ پس توبہ کرنے والوں اور اپنی راہ پر چلنے والوں کو بخش دے۔"

غرض نفس کے خلاف جہاد یہی ہے کہ اس نابکار کو شریعت کے خلاف کہنے کرنے اور سوچنے سے روکا جائے۔"

ایک سوال کا جواب۔ میں نے کہا۔ اے بھائی! اب تک تو تم سوال

کرتے رہے اور میں جواب دیتا رہا۔ اب میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں۔ آپ اس کا جواب دیجیئے۔ سوال یہ ہے کہ قرآن مجید سے سامری اور اس کے متبعین کا تعلق گوسالہ کے ساتھ صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس کے پاس بیٹھے رہتے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا ایک قول نقل کیا ہے:۔

قَالُوا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى (۹۱:۲۰)

"اُنہوں نے حضرت ہارون علیہ السلام کو جواب دیا۔ کہ جب تک حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے پاس واپس نہ آجائیں ہم اسی کے پاس اعتکاف میں بیٹھے رہیں گے"۔

شریعت موسوی کا انکار اُن سے کہیں مروی نہیں، بلکہ وہ اپنے فعل کی یوں تاویل کرتے تھے۔ کہ:۔

هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى فَنَسِيَ (طٰہٰ)

ہمارا اور موسیٰ علیہ السلام کا یہی معبود ہے وُہ تو بھول کر کوہ طور پر چلے گئے ہیں

وُہ اتنا کہنے سے کافر ہوگئے۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام واپس آئے۔ تو آپ نے اُن سے توبہ کرائی۔ اور اُن کو قتل کرایا۔ کیونکہ اُن کے ہاں شرک کی توبہ اسی طرح قبول ہو سکتی تھی کہ مُشرک کو قتل کر دیا جائے۔ تو اب میں پُوچھتا ہوں کہ کسی چیز میں قدرتِ الٰہی کا ظہور دیکھ کر اُسے فیض رساں سمجھنا اور اس سے مستفید ہونے کے لئے اس کے پاس اعتکاف بیٹھنا، اس کا مجاور رہنا اور ایسا کرنے کو عبادت سمجھنا یا ثواب کا موجب جاننا ہماری شریعت میں کیسا ہے؟"

اس نے کہا۔ "شریعت میں مباح ہے۔ اور طریقت میں واجب مثنوی شریف میں مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے:۔

Marfat.com

جہاں تعظیم مسجد مے کنند ۔ در جفائے اہلِ دل جد میکنند
آں مجاز است ایں حقیقت اے خراں ! نیست مسجد جز درونِ سروراں
مسجدے کاں اندرونِ اولیاست سجدہ گاہِ جملہ است آنجا خدا است

ترجمہ :- (۱) بیوقوف مسجد کی تو تعظیم کرتے ہیں ۔ مگر اہلِ دل کو ایذا دیتے ہیں ۔
(۲) اے بیوقوفو! وہ مجاز اور حقیقت ہے اصل مسجدیں تو برگزیدہ لوگوں کے دل ہوتے ہیں ۔
(۳) اولیا کے دل کی مسجدیں تمام لوگوں کی سجدہ گاہ ہیں ۔ کیونکہ اسی جگہ خدا ہے

میں نے کہا ۔ "تو ان مظاہر کی عبادت و پرستش کی دلیل بس یہی مثنوی شریف کے اشعار ہیں ۔ یا کبار اہلِ طریقت کا کوئی قول بھی ہے ؟"

اس نے کہا ۔ "اہلِ طریقت اس مسئلہ کی پوشیدہ اشاعت کرتے تھے اور اپنے خاص دوستوں کے سوا کسی سے یہ راز نہیں کہتے تھے ۔"

میں نے کہا ۔ "شریعت و طریقت کے جس قدر امور ہیں ، وہ تو سب کھلے کھلے اور ظاہر و باہر ہیں ۔ باقی جس قدر پوشیدہ راز بتلائے جاتے ہیں ، وہ سب ڈھکوسلے بیہودہ خیال اور بیہودگی پر اتہام و الزام ہیں ۔ جن سے اُن کا دامن بری اور پاک ہے ۔ اور مظاہر کی تعظیم میں غلو کرنے والوں کی نیت خواہ کچھ ہو مگر اس میں شک نہیں کہ انہوں نے غلط راہ اختیار کی ۔ اُن کا اتباع کسی صورت میں بھی جائز نہیں ، نہ شریعت میں نہ طریقت میں ۔ کیونکہ بزرگانِ طریقت نے واضح طور پر فرمایا ہے ۔

كُلُّ حَقِيْقَةٍ لَا يَشْهَدُ لَهَا الشَّرْعُ فَهِيَ زِنْدَقَةٌ

ہر ایسی حقیقت کفر ہے ۔ جس پر شریعت کی تصدیق نہ ہو ۔"

اس نے کہا ۔ "یہ کس بزرگ کا قول ہے ؟" میں نے کہا ۔ "یہ قول فتوح الغیب میں درج ہے ۔ جو حضرت سید محی الدین جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے ۔"

اس نے کہا ۔ "واقعی انصاف سے بعید ہے کہ کاملانِ طریقت نے ایسا فرمایا

ہو :۔

از حق جز حق مخواہ توحید این است   از سایۂ خود گریز تفرید این است

ترجمہ :۔ توحید یہ ہے کہ خدا سے حق طلب کر اور تفرید یہ ہے کہ اپنے سایہ سے بھی بھاگ ۔

میں نے کہا "اے شیخ ! یہ سب رسمی و رواجی باتیں ہیں ۔ شریعت میں ان کا کوئی ثبوت نہیں "

اس نے کہا "انشاء اللہ تمام بد رسوم کو میں اپنے خاندان سے محو کر دوں گا"

میں نے کہا "اٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝"

یہ بحث رسالہ ہذا میں اس لئے لکھ دی گئی ہے ۔ تاکہ ناظرین اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں سے واقف ہو جائیں ۔ قبر پرست عام طور پر اسی قسم کے سوالات کیا کرتے ہیں ۔

وسیلہ کی بحث

اب تک جو کچھ بیان ہوا ۔ مرض قبر پرستی کے علاج کے لئے بیان کیا گیا ۔ اب کتاب ختم کرنے سے پہلے مناسب نظر آتا ہے کہ وسیلہ کی تشریح بھی کر دی جائے ۔ اور ایسی حدیثوں کا ترجمہ بھی لکھ دیا جائے ، جو اس مسئلہ کا ماخذ ہیں تاکہ یہ مسئلہ پوری طرح روشن ہو جائے اور وسیلہ اور سد راہ میں تمیز پیدا ہو جائے ۔

ضعیف البصر کی حدیث

ایک ضعیف البصر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ۔ اس نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ! دعا فرمایئے کہ اللہ تعالے مجھے بصارت عطا

Marfat.com

فرمائیے ! آپ نے فرمایا۔ وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھ اور اس طرح دُعا کر!۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَ اَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ اِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ قَضَاءِ حَاجَتِیْ لِیَقْضِیَهَا اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ ۔

" اے اللہ! میں تیری جناب میں التجا کرتا ہوں، اور تیرے نبی محمد نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا محمد! (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میں اس اپنی حاجت میں آپ کو اپنے رب کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ نے میری حاجت پوری کردے۔ یا اللہ! میری اس حاجت میں اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما!"

نابینا نے اس طرح دُعا کی اور اللہ تعالےٰ نے اُسے بصارت عطا فرمائی۔

اس حدیث سے وسیلہ کے دو طریق معلوم ہوتے ہیں۔(۱) شرک سے اسلم (بہت پاک)،(۲) سالم (پاک)+

اسلم یہ ہے۔ کہ جو صورت حدیث کے الفاظ سے نظر آتی ہے، وہ آنحضرت صلعم کی زندگی کے ساتھ مخصوص تھی۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی میں ایک ضعیف البصر آیا۔ اور آپ کی تلقین کے مطابق اس نے عمل کیا۔ اور آپ (صلے اللہ علیہ وسلّم) بھی اس کے ساتھ دُعا میں شریک ہوگئے۔ اس کی تائید چار باتوں سے ہوتی ہے۔ اوّل۔ الفاظ "اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ" (الٰہی! میرے متعلق آپ کی شفاعت قبول فرما) سے۔ دوئم۔ اس سے کہ علماء نے اس واقعہ کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا معجزہ شمار کیا ہے۔ سوئم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ کے ساتھ دُعا کرنے کی عوام کو ہدایت نہیں فرمائی۔ اور چہارم اصحابِ کبار میں سے کبھی کسی نے اس طرح سے دُعا نہیں کی۔ احادیث پر نظر

Marfat.com

رکھنے والوں سے یہ امر مخفی نہیں کہ بہت سی ایسی حدیثیں موجود ہیں جن پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عمل نہیں کیا۔ اس لئے ان کا حکم جاری نہیں رہا۔ انہی میں سے ایک یہ دُعا بھی ہے۔

واقعہ کی صورت یہ معلوم ہوتی ہے کہ ضعیف البصر کی درخواست پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت کرنے پر متوجہ ہوئے، اور جب ضعیف البصر کو معلوم ہو گیا کہ آپ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس دُعا میں شریک ہیں، تو اُس نے یوں عرض کیا۔ اے اللہ! اپنے نبی (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما!۔

اس کو ایک مثال سے سمجھئے۔ فرض کیجئے ایک بادشاہ کی طرف سے کسی شخص کو تکلیف پہنچی۔ وہ بادشاہ کے وزیرِ خاص کے پاس گیا۔ اور کہا۔ ایسی تدبیر بتلائیے۔ جس سے بادشاہ میری یہ تکلیف دُور فرمائے۔ سائل کی اس درخواست پر وزیر نے یہ صورت بیان کی کہ میں بادشاہ کی طبیعت سے خوب واقف ہوں۔ وہ عجز و انکساری کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے جب تک کمال عاجزی سے تو خود اُس کے حضور میں اپنے مدعا کو عرض نہ کرے گا، اُس وقت تک تیرے متعلق میری سفارش مؤثر و مقبول نہ ہوگی۔ تمہاری درخواست کی صورت یہ ہونی چاہئے۔ کہ جب بادشاہ کے دربار میں آؤ، تو پوری توجہ کے ساتھ اس کی طرف دھیان رکھو، اور ضرورت بیان کرنے کے بعد میرے ساتھ جو تمہیں دلی اُلفت ہے، اس کا اظہار بھی ان الفاظ میں کردو۔ کہ اے بادشاہ تو جو اپنے وزیر پر بڑا مہربان ہے، اور میں بھی اس کے شیدائیوں میں سے ہوں، اس کی محبت کے وسیلہ سے تیرے دربار تک پہنچا ہوں۔ اور دیکھ لے یہ تیرا وزیر بھی میرے ساتھ تیرے دربار میں موجود ہے۔ اور میرے لئے سفارش کر رہا ہے۔ پھر

Marfat.com

میری طرف مخاطب ہو کر کہنا۔ کہ میرے بادشاہ کے وزیر! میرا بادشاہ عاجزی اور انکساری کو پسند کرتا ہے، اس کے ساتھ میں نے اپنی اس حاجت میں جو آپ کو معلوم ہے، آپ کا وسیلہ بھی اختیار کیا ہے۔ اس اُمید پر کہ بادشاہ میری یہ حاجت پوری کر دے۔" تو اس وقت میں تیرے لئے سفارش کروں گا۔ مگر غافل نہ ہو جانا۔ میری سفارش کے بعد فوراً اس طرح عرض کرنا، اے شہنشاہ! اپنے وزیر کی سفارش میرے حق میں قبول فرما۔ اور میری حاجت پوری کر!"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نمونہ

بعینہٖ یہ مفہوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک فعل سے پایا جاتا ہے جب کہ آپ نے حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کے توسّل سے بارانِ رحمت کے لئے دعا کی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ (رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ خشک سالی کے زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی دُعا کا وسیلہ بنا کر اس طرح دُعا فرمائی تھی۔ اے خدا! ہم پہلے ایسی حالت میں تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ اب تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا (رضی اللہ عنہ) کو (اپنی دُعا) کا وسیلہ بنا کر عرض کرتے ہیں۔ کہ ہم پر بارانِ رحمت نازل فرما!

اس سے ثابت ہوا۔ کہ اگر اس طرح زندوں کو اپنی دعاؤں میں وسیلہ بنایا جائے تو جائز، صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریق کے مطابق، بلکہ آنحضرت صلعم کی سنت کے موافق ہے۔ کیونکہ حضور نے خود اس ضعیف البصر کو یہ طریقہ تلقین فرمایا تھا۔

اور سالم یہ ہے۔ کہ کلام مذکور میں مشارٌالیہ چونکہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ اس لئے مخاطب بھی حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی ہو سکتی ہے، اور حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عدم موجودگی میں آپ (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) کی ذات کو مشارٌالیہ سمجھنا مجازی طور پر ہو سکتا ہے۔ حقیقی طور پر نہیں ہو سکتا۔ تو اب اطلاق مجاز کے لئے مجازی تعلق کا ہونا لازمی ٹھیرا جس کے یہ معنی ہیں کہ چونکہ آپ (صلے اللہ علیہ وسلم) کی ذات آپ (صلے اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھنے کی وجہ سے سائل کے دل میں موجود ہے، اس لئے سائل کی مُراد اس دعا سے یہ ہے کہ اے خدا! محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر میرا ایمان میری دُعا کی قبولیت کا وسیلہ ہے۔ اسی لئے حضور صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے یا محمد کے ساتھ یا نبی اللہ کا جملہ تعلیم فرما دیا تھا۔ اس مجازی مفہوم کی لطافت کو کچھ اہلِ ذوق ہی خوب سمجھتے ہیں۔ حافظ شیرازی کا مصرع ہے ع

اے نسیم سحر آرام گہِ یار کجا است

اے بادِ صبا دوست کی آرام گاہ کہاں ہے

خیالی اضطراب

حاصل یہ کہ خدا سے دُعا کرنے والا بعض اوقات اپنے دل میں حصولِ مُراد کے لئے ایک خیالی اضطراب پیدا کر لیتا ہے۔ اگر یہ خیالی اضطراب شرک کی طرف لے جانے والا نہ ہو۔ تو بسا اوقات دُعا کے قبول ہونے کا سبب بھی بن جاتا ہے مگر عام طور پر یہ چیز چونکہ شرک میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اس لئے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کا خاص طور پر کئی جگہ علاج ارشاد فرمایا ہے، اور یہاں بھی جملہ اللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ" اسی غرض کے لئے لایا گیا ہے، اور کلمہ یا محمد خطابِ حقیقی

Marfat.com

نہیں۔ بلکہ خیالی ہے۔ اگر حقیقی ہوتا۔ تو "اے اللہ اپنے پیغمبر کو میرا شفیع بنا" کی بجائے "اے پیغمبر میری شفاعت فرما" کہا جاتا۔

ایک بزرگ کا قول ہے کہ فشفّعہ میں ضمیر غائب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف پھرتی ہے۔ اگر یا محمد میں خطاب حقیقی ہوتا، تو فشفّعہ کی بجائے فشفّع ھٰ لی النبیؐ ہونا چاہیئے۔ اگرچہ یہ معنی بھی مجاز سے خالی نہیں ہیں۔ لیکن غائب کی ضمیر تو اس امر کی شہادت ہے کہ حضور کے اسم مبارک کے ساتھ یہ ندا خیالی ہے حقیقی نہیں۔ کیونکہ آنحضرت صلعم کی ذات اس ندا سے مقصود ہی نہیں ہے۔ بہر حال طریق اول زیادہ صحیح ہے[1]۔

قبیح طریقے

اس حدیث سے دو قبیح طریقے بھی نکلتے ہیں۔ ایک ابقح یعنی بہت برا۔ اور دوسرا قبیح یعنی برا۔ ابقح یعنی بہت برا طریق یہ ہے جو قبر پرستوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ارواح کو پکارنا اور ان سے حاجت روائی چاہنا مسنون و مستحب ہے۔ اس کے برا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ گناہ اور معصیت کو جائز اور حلال کرنا لازم آتا ہے جو شریعت کے نزدیک کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بچائے!

اور قبیح یعنی برا یہ ہے کہ چند ایسی باتوں کو مباح جاننا ہوتا ہے۔ جن کی اجازت شارع علیہ السلام نے نہیں دی۔ مثلاً ارواح کو حاجت روائی کے لئے پکارنا ان کو اپنا شفیع بنانا، اور ان کی شفاعت کو اپنے لئے مقبول سمجھنا اس

---

[1] ان توجیہات کی بھی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ حدیث [illegible] سخت ضعیف اور موضوع ہے۔ دیکھو کتاب التوسل والوسیلۃ للامام ابن تیمیہؒ۔

Marfat.com

گے بڑا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شارع علیہ السلام کی اجازت کے بغیر دین میں اپنی رائے سے کسی چیز کے جائز ہونے کا حکم لگانا پڑتا ہے۔ اس کی تردید کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہایت کافی ہے :-

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللّٰهُ (۴۲ : ۲۰)

"کیا اُن کے (ایسے اللہ کے) شریک بھی ہیں، جنہوں نے اُن کے واسطے ایسا دین مقرر کر دیا ہے۔ جس کی اللہ تعالےٰ نے اجازت نہیں دی"

اور فرمایا :-

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ (زمر)

کیا انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور شفیع بنا لئے ہیں۔ اے نبی! کہہ دے کیا اگرچہ وہ عقل سے کورے ہوں، اور کچھ بھی اختیار نہ رکھتے ہوں۔ پھر بھی اُن کو پوجتے رہو گے؟"

یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئًا للہ کی تردید صحیح حدیث سے

جاننا چاہیئے۔ کہ بہت لوگوں کے پھسل جانے کی وجہ یہ ہے۔ کہ انہوں نے سفارش کرنے والے اور جس کے پاس سفارش کی جائے، ان دونوں میں فرق نہیں کیا۔ کہتے ہیں، یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئًا للہ یعنی اے شیخ عبد القادر ساکن جیلان! خدا کے لئے کچھ دے ۔ اس کلام میں اُنہوں نے خدا کو سفارشی بنا لیا ہے اور حضرت شیخ کو دینے والا، حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے۔

Marfat.com

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے پاس ایک اعرابی آیا۔ اور کہا۔ یا رسول اللہ! مَیں خدا کو آپ کے پاس سفارشی بنا کر لایا ہوں۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم اعرابی کے اس قول سے سخت ناراض ہو گئے۔ چہرہ مُبارک سُرخ ہو گیا اور فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند اور پاک ہے۔ کہ کسی کے پاس اُسے شفیع بنا کر لایا جائے ۔

اس سے ثابت ہُوا کہ مخلوق کے پاس اللہ تعالیٰ کو شفیع بنا کر لانا۔ اور اس کا واسطہ دے کر خصوصاً غائب مخلوق سے حاجت روائی چاہنا گویا خدا کو عاجز سمجھنا اور مخلوق کو توانا گرداننا ہے اللہ تعالیٰ ایسے بُرے اعتقاد سے بچائے۔

وسیلہ صرف اعمالِ صالحہ اور اوصافِ حمیدہ ہیں

جان لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا وسیلہ صرف دو چیزیں ہیں۔ اعمالِ صالح اور اوصافِ حمیدہ۔ خواہ یہ کسبی ہوں یا حسبی۔ چنانچہ ان دونوں کا ذکر اذان کی دُعا میں موجود ہے۔ جو آنحضرت صلّے اللہ علیہ وسلّم نے خود اُمّت کو تلقین فرمائی ہے۔ اور اس میں لفظ مقامِ محمود سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ دُعا یہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ ؕ

اے اللہ! تُو اس پوری دعوت اور قائم ہونے والی نماز کا رب ہے۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور بزرگی اور بلند درجہ عطا کر، آپ کو مقامِ محمود جس کا تُو نے آپ سے وعدہ کر رکھا ہے، عنایت فرما۔

Marfat.com

اس دعا میں لفظ وسیلہ یا تو مصدر ہے۔ یا صفت بمعنی ما یتوسل بہ اور دونوں صورتوں میں یہ کسی صفت کا نام ہوگا۔ نہ ذات اور جنس کا۔
پس وسیلہ اگر صفت کا نام ہے تو اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ کے یہ معنی ہوں گے کہ خدایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ صفت عطا کر جو مقام محمود کے حصول کا موجب ہو۔ اور اگر مصدر ہے تو یہ مطلب ہوگا۔ کہ حضور صلعم کو وہ سبب عطا کر جو مقام محمود کے حصول کا ذریعہ ہو۔
مزید براں وسیلہ کے ساتھ فضیلت کا لفظ ظاہر کرتا ہے۔ کہ جس طرح فضیلت ایک صفت کا نام ہے۔ وسیلہ بھی صفت کا نام ہوگا۔ جس کے ذریعہ آپ اس اعلےٰ مقام پر پہنچیں گے اور امت کی شفاعت کریں گے۔

نتیجہ بحث

مذکورہ بالا بحث سے یہ نتیجہ نکلا۔ کہ جو لوگ آنحضرت صلے اللہ علیہ و سلم کے اقوال و افعال کی متابعت کو چھوڑ کر جو حقیقی وسیلہ ہے محض بزرگوں کی ذات کو وسیلہ بناتے ہیں غلطی پر ہیں۔ کیونکہ وسیلہ صرف اعمال صالحہ اور اوصاف حمیدہ کا نام ہے ؛

تین مسافروں کا قصہ

چنانچہ صحیحین میں ایک قصہ مذکور ہے۔ کہ ایک دفعہ تین آدمی صحرا میں سفر کر رہے تھے۔ جب ایک پہاڑ کے قریب پہنچے۔ تو زور کی بارش آ گئی۔ بارش سے بچنے کے لئے اُنہوں نے ایک غار میں پناہ لی۔ ابھی داخل ہوئے ہی تھے کہ ایک بہت بڑا پتھر کھسک کر غار کے مُنہ پر آ گیا۔ اور وُہ

Marfat.com

تینوں اس کے اندر بند ہو گئے۔ جب مسافروں نے اپنے آپ کو اس طرح گھرا ہوا پایا، تو ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ بھائیو! اب بچنے کی صرف یہ صورت ہے۔ کہ ہر شخص اپنے خالص ترین عمل کا واسطہ دے کر خدا سے دُعا کرے۔ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات بخشے۔ اس پر ایک شخص نے اپنے زنا سے بچنے کو اپنی دُعا کا وسیلہ قرار دے کر اس طرح دُعا کی۔ کہ:-

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ فَعَلْتُ ذٰلِكَ ابْتِغَاءَ وَجْهِكَ فَافْرُجْ عَنَّا۔

"اے پروردگار! اگر تیری نگاہ میں میں نے یہ کام صرف تیری رضا جوئی کے لئے کیا تھا، تو اس غار کا منہ کھول دے۔"

اس کا دُعا ختم کرنا تھا کہ غار کا منہ اتنا کھل گیا کہ آسمان نظر آنے لگا۔ پھر دوسرے نے دُعا شروع کی، اور اپنے بوڑھے والدین کی خدمت گزاری کو دُعا کا وسیلہ بنایا۔ اور آخر میں انہی الفاظ کے ساتھ دُعا کی۔ اب غار کا دو تہائی منہ کھل گیا۔ پھر تیسرے نے ایک مزدور کے ساتھ اپنے امانتدارانہ سلوک کو وسیلہ بنا کر دُعا کی تو پتھر کھسک کر بالکل ہٹ گیا، اور وہ باہر نکل آئے۔

نتیجہ

جو لوگ اللہ تعالیٰ کی محبت کو مقصدِ اوّل جانتے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی محبت کو اس کا وسیلہ گردانتے، اور آپ کی متابعت کرنا اپنے لئے ضروری سمجھتے ہیں، اور بزرگوں کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کا متبع ہونے کی حیثیت سے دوست رکھتے ہیں۔ تو ان لوگوں کا یہ قلبی عمل ان کے لئے وسیلہ نجات ہوگا۔ چنانچہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے:-

Marfat.com

اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ مِنْ نِعْمَتِہٖ وَ اَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ وَ اَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ

"اللہ تعالےٰ سے محبت کرو، اس لئے کہ وہ تمہیں نعمتیں دیتا ہے۔ اور مجھ سے محبت کرو، اس لئے کہ اللہ تعالےٰ میرے ساتھ محبت رکھتا ہے، اور میرے اہل بیت سے پیار کرو، اس لئے کہ میں ان سے پیار کرتا ہوں"

پیروں کے ساتھ محبت کرنے کا معیار

یہ حدیث پیروں کے ساتھ محبت کرنے کے بارے میں اصل اصول ہے۔ مسلمانوں کو چاہیئے، کہ اس حدیث کو معیار ٹھہرالیں۔ اور کسی پیر کے ساتھ اس وقت تک رشتۂ الفت نہ جوڑیں۔ جب تک یہ معلوم نہ کریں۔ کہ اس کا قول و فعل نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے مطابق ہے یا نہیں۔

اور قبر پرستوں کے اس قسم کے اقوال مثلاً عصائے پیر بجائے پیر اور گور پیر بحکم پیر، تو یہ شریعت و طریقت دونوں سے خارج ہیں۔ اور وسیلہ کے کسی مفہوم میں داخل نہیں ہیں۔ قبر پرستوں نے اس قسم کے اقوال عوام الناس کو بہکا کر خود ان کے بٹیھوا بننے کے لئے مشہور کر رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان گمراہوں اور گمراہ کرنے والوں سے پناہ دے۔ یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی قرب الٰہی کا وسیلہ بنانا صرف اسی صورت میں مفید ہو سکتا ہے۔ جب کہ آپ کی پیروی کی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ (۳: ۲۹)

اے نبی! کہہ دو۔ اگر تم اللہ کے ساتھ محبت رکھنا چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو

اللہ تعالیٰ تم سے پیار کرے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

اس آیت سے ثابت ہو گیا۔ کہ صرف اصل متوسل بہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہی وسیلہ نجات ہے۔

شفاعت کن لوگوں کے لئے ہے؟

اگر تو کہے کہ پیغمبر کی شفاعت اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر نہیں ہو گی۔ جیساکہ ارشاد ہے :-

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ

"ایسا کون ہے جو اس کے اذن کے بغیر اس کے پاس سفارش کرے"

اور اللہ تعالیٰ کا اذن مومن کے لئے ہو سکتا ہے۔ غیر مومن کے لئے نہیں ہو سکتا۔ تو اس طرح بھی نتیجہ وہی نکلا کہ آدمی کا اصل وسیلہ اس کا اپنا ایمان ہے جو بندہ کا عمل ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے :-

کار خود کن کار بیگانہ مکن در زمین دیگراں خانہ مکن

"دوسروں کا کام چھوڑ کر اپنا کام کر۔ دوسروں کی زمین میں اپنا گھر نہ بنا"

اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ وہی چیز اللہ کے قرب کا وسیلہ ہو سکتی ہے۔ جو سنّت کے مطابق ہو۔ لیکن اس کے بالعکس جو لوگ سنّت کی مخالفت کو بھی اللہ کے قرب کا وسیلہ سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ چنانچہ جن لوگوں نے قبروں کو وسیلہ سمجھ رکھا ہے جیسے کفار مورتیوں کو سمجھتے ہیں۔ تو یاد رکھنا چاہئے۔ کہ وہ لوگ بے خبری میں غیر ہادی کا اتباع کر رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ :-

اَفَمَنْ یَّھْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْٓ اِلَّآ اَنْ یُّھْدٰی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ وَمَا

Marfat.com

يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا (۱۰ : ۳۶)

بھلا جو حق و صداقت کی راہ دکھا سکتا ہو۔ وہ قابلِ اتباع ہے یا وہ جو بے بتلائے خود ہی راستہ نہ پا سکے؟ تمہیں کیا ہو گیا۔ کس طرح انصاف کرتے ہو۔ اصل یہ ہے کہ یہ لوگ صرف وہم کی پیروی کرتے ہیں۔ حالانکہ حق کے مقابلے میں وہم کی کوئی حقیقت نہیں۔

اس آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ظن کی پیروی کرنے والوں کے لئے عذاب کا موجب اُن کا اپنا عمل ہے نہ کسی اور کا، الغرض ہر شخص کے لئے عمل صالح ہی وسیلہ نجات ہو سکتا ہے۔ پھر جو معاملہ بزرگوں کی قبروں کے ساتھ کیا جاتا ہے وہ اگر عمل صالح میں داخل نہیں ہے، تو کیونکر نجات کا وسیلہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ عمل صالح کی تعریف تو یہ ہے۔ کہ سُنتِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہو۔

صاحب تفسیر حسینی نے آیہ:۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاۤءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا (۱۸ : ۱۱۰)

"پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کا آرزو مند ہے۔ اُسے نیک عمل کرنا چاہئے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہئے"

کی تفسیر لکھتے ہوئے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال نقل کئے ہیں کہ عمل صالح وہی ہے جو سنتِ نبوی صلعم کے مطابق ہو۔ اور آگے شرک فی العبادت اور شرک بالعبادت کے درمیان فرق بتاتے ہوئے لکھتے ہیں، کہ غیر کی ذات کو اللہ کی عبادت میں شریک ٹھہرانا یہ ہے کہ اس کی ذات کو اپنے حق میں مثل عبادتِ الٰہی کے مفید اور فائدہ مند جانے۔ اس کی مثال جاہلوں کا یہ عمل ہے کہ بزرگوں

Marfat.com

کی عزت اور اُن کے ناموں کو وسیلہ سمجھتے ہوئے اعمالِ صالحہ ترک کر کے صرف اُن کی ذات کا واسطہ دے کر خدائے تعالٰے سے دینی اور دُنیاوی ترقی چاہتے ہیں۔ یہ شرک فی العبادت ہے ۔

اور بعض کے نزدیک شرک بالعبادت یہ ہے کہ عبادت میں ریا اور دکھاوا کیا جائے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے :۔ کہ دکھلاوا کرنے اور شہرت چاہنے کی وجہ سے عبادت کے اندر خلوص نہیں رہتا۔ اور ایسی عبادت آدمی کو شرکِ خفی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ کیونکہ اس نے اپنی عبادت کو شرک کا ذریعہ بنایا بہرحال صرف وہی عبادت تقرب الٰہی کا وسیلہ ہوتی ہے جو خالص اللہ کے لئے ہو۔

پس غور کرو۔ جب خدا کی عبادت بھی خلوصِ نیت کے بغیر اس کے تقرب کا وسیلہ نہیں ہو سکتی، تو غیر کی عبادت خدا کے تقرب کا وسیلہ کیونکر ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۙ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ (۳۹: ۲-۳)

"پس اللہ کی عبادت خالص نیت سے کرو۔ اور یاد رکھو کہ خلوص نیت سے بندگی کرنا اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے!

Marfat.com

خاتمۂ سخن

اے اللہ! میں اس کتاب کو تیرے تقرب کا وسیلہ بناتا ہوں، اور تیری وسیع بخشش کے لئے اُسے ایک حیلہ گردانتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک اور بے نیاز ہے۔ تیرے دربار میں غلامی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ اے اللہ مجھے بخش دے، اور اُمّتِ مسلمہ پر رحم فرما۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں ہمارا بھروسہ تجھی پر ہے تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور ہم سب کو تیری ہی طرف لوٹنا ہے اے اللہ ہمارے ذمہ صرف تبلیغ کرنا ہے۔ ایسی تبلیغ کہ گمراہ اور نافرمان کے سوا کوئی ہلاکت میں نہ رہے۔ سو اللہ کا دین واضح ہو گیا۔ اور اُس کی ”دعا“ آ گئی۔ اب ہم بری ہیں اِس بات سے کہ اگر بے دین لوگ اس سے محروم رہیں۔ اے اللہ! اپنی بہترین مخلوق حضرت محمد صلعم اور اُن کی ساری آل اور اُن کے تمام اصحاب پر ہزاروں رحمتیں نازل فرما!

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

کتاب لاجواب از تصانیف

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی

یعنی

البلاغ المبین

فی

احکام رب العالمین واتباع

خاتم النبیین

کا

اردو ترجمہ

بار چہارم — ۱۹۵۱ — یک ہزار

قیمت ۱۳/ مجلد [illegible]

Marfat.com